مقررات إدارة كنز المدارس

أُصُولُ الشَّاشِي

لنظام الدين أبي علي أحمد بن محمد بن إسحاق الشاشي
المتوفى سنة ٣٤٤ھ

مع حاشيته

أَحْسَنُ الحَوَاشِي

حصہ اول

تقديم
المدينة العلمية (دعوتِ اسلامی)
Islamic Research Center
R&D Kanz-ul-Madaris Board

مكتبة المدينة
التابعة
المركز الدعوة الإسلامية

CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ اصول الشاشی

محمد سفیان شاہ
نور محمد بن

تمام تعریفیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے جس نے مومنوں کے درجات کو اپنے کریم خطاب کو سمجھنے کی وجہ سے بلند کیا اور اپنی کتاب کے معنی کو سمجھنے کی وجہ سے اور ان مومنوں میں سے مجتہد کو خاص کیا اپنے ثواب اور درستگی کی زیادتی کے ساتھ اور درود کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل پر اور سلام ہو امام اعظم ابو حنیفہ پر اور ان کے اصحاب پر

فقہ کے اصول چار ہیں.

(1) کتاب اللہ (2) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
(3) اجماع امت (4) قیاس.

ضروری ہے ان مذکورہ اقسام میں سے ہر ایک میں بحث کرنا تاکہ مجتہد ان اقسام میں بحث کرنے کی وجہ سے نصوص اور قیاس سے احکام کو نکالنے کا طریقہ جان سکے.

+92 319 0054554

اس نمبر پر رابطہ کریں شکریہ

CS CamScanner

سوال کتاب اللہ سے خاص کی تعریف اور خاص کا حکم بیان کریں؟

خاص کی تعریف

ایسا لفظ جو معلوم معنٰی کے لیے یا معلوم ذات کے لیے وضع کیا گیا ہو انفرادی طور پر جیسے "فرد کی تخصیص میں ہمارا کہنا زید" "نوع کی تخصیص میں ہمارے کہنا رجل" "جنس کی تخصیص میں ہمارا کہنا انسان"۔

خاص کا حکم

ضروری طور پر کتاب اللہ کے خاص پر عمل کرنا واجب ہے۔ اگر کتاب اللہ کے مقابل خبر واحد یا قیاس آجائے اور ان دونوں پر عمل کرنا ممکن ہو۔ یعنی کتاب اللہ اور خبر واحد یا قیاس میں سے کسی ایک پر۔ تو عمل کیا جائے گا خاص کے حکم میں تبدیلی کئے بغیر لیکن اگر ایسا نہ ہو یعنی دونوں پر عمل کرنا ممکن نہ ہو تو خبر واحد یا قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا اور کتاب اللہ کے خاص پر عمل کیا جائے گا۔

سوال يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ میں اختلاف ائمہ بیان کریں؟

لفظ ثلاثۃ معلوم عدد کی پہچان میں خاص ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے اگر قرء کو طہر پر محمول کیا جائے جس کی طرف امام شافعی گئے ہیں کہ اس اعتبار سے کہ طہر مذکر ہے نہ کہ حیض۔

امام شافعی کی دلیل: لفظ ثلاثۃ مونث ہے علامت تانیث۔ اور نحوی قاعدہ ہے کہ تین سے دس تک کا معدود خلاف قیاس استعمال ہوتا ہے یعنی اسم عدد مذکر ہے تو معدود مونث ہوگا اور اسم عدد اگر مونث ہے تو معدود مذکر ہوگا اور لفظ قروء آیت مبارکہ میں جو مذکور ہے تو یہ دو معنی کا احتمال رکھتا ہے (۱) پاکی (۲) حیض

لہذا ثلاثۃ مؤنث ہے اس کا معدود مذکر آنا چاہئیے اور طہر مذکر ہے نہ کہ حیض۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ:

خاص پر عمل کرنا واجب ہے فرماتے ہیں کہ لفظ ثلاثۃ معلوم عدد کی پیمائش میں خاص ہے اگر طہر مراد لیا جائے گا تو دو طہر پورے ہونگے اور تیسرا کا بعض ہوگا یعنی جس کا طلاق دی تو اس خاص کے عمل کو ترک کرنا لازم آیا لہذا ہم قیاس کو ترک کر دینگے اور قروء سے حیض مراد لینگے۔

سوال: کون کونسے مسئلے تخریج پائے عدت والے اختلاف میں؟

	عندنا	عندہ
(1)	تیسرے حیض میں رجوع کرنے کا حکم	(1) رجوع نہ کرنے کا حکم
(2)	تیسرے حیض میں غیر سے نکاح کا باطل ہونا	(2) تیسرے حیض میں غیر سے نکاح کا درست ہونا
(3)	رہائش اور نان نفقہ شوہر پر واجب ہونا	(3) رہائش اور نان نفقہ شوہر پر واجب نہ ہونا
(4)	عورت کی بہن سے شادی نہ کرنا تیسرے حیض میں	(4) عورت کی بہن سے شادی کر لینا

خاص کی دوسری مثال:

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْ أَزْوَاجِهِمْ

یہ آیت مبارکہ مہر کی شرعی مقدار کے بارے میں خاص ہے اس آیت مبارکہ کے تحت عمل کو ترک نہیں کیا جائے گا اس اعتبار سے کہ نکاح عقد مالی ہے یعنی عقود مالیہ کا اعتبار کیا جائے گا امام شافعی فرماتے ہیں کہ نکاح میں مال کی مقدار زوجین کی رائے کی طرف سپرد کیا جائے گا امام شافعی کے نزدیک نفل عبادت کے لیے خلوت نشینی اختیار کرنا نکاح میں مشغول ہونے سے افضل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک نکاح کو باطل کرنا طلاق کے مطابق مباح ہے شوہر جس طرح چاہے تین طلاق ایک جملے میں کہدے ۔ یا الگ الگ کہے ۔ اور امام شافعی نے عقد نکاح کو قابل فسخ بنایا خلع کے ذریعے سے۔

خاص کی تیسری مثال:

حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ.

یہ آیت مبارکہ عورت سے عقد نکاح کے پائے جانے میں خاص ہے اس پر عمل کو ترک نہیں کیا جائے گا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ايّما امرأة نكحت نفسها بغير إذن وليها فنكاحها باطل باطل باطل ۔ یہ حدیث مبارکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے اور آپ رضی اللہ تعالی عنہا کا عمل اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ آپ نے عبدالرحمن بن عوف المعروف ابو ھریرہ کی بیٹی کا نکاح اُن

کی غیر موجودگی میں ان کے ولی کے بغیر کر دیا تھا۔
اور راوی کا خود کا عمل حدیث کے خلاف ہو تو عمل کو ترک کر دیا جائے گا۔ ہمارے نزدیک نکاح منعقد ہو جائے گا۔
اس پر مسائل تفریق پاتے ہیں۔

عندنا	عندہ
وطی کا حلال ہونا	وطی کا حلال نہ ہونا
مہر کا لازم ہونا	مہر کا لازم نہ ہونا
نفقہ اور رہائش کا لازم ہونا	نفقہ اور رہائش کا لازم نہ ہونا

(1) امام شافعی کے نزدیک نکاح منعقد نہیں ہو گا۔
(2) امام اعظم کے نزدیک نکاح منعقد ہو جائے گا۔
(3) امام محمد کے نزدیک نکاح موقوف رہے گا۔
(4) امام ابو یوسف کے نزدیک منعقد ہو جائے گا۔

(حاشیہ)

عام کی تعریف مع حکم بیان کریں

عام کی دو قسمیں ہیں (1) ایسا عام جس سے بعض افراد کو خاص کیا گیا ہو
(2) ایسا عام جس سے کسی شئ کو خاص نہیں کیا گیا۔
حکم: وہ عام جس میں کسی چیز کو خاص نہ کیا گیا ہو اور اس کا حکم عمل کے لازم ہونے کے حق میں خاص کے درجے میں ہوتا ہے قطعی طور پر۔

کلمہ 'ما' عامّہ کی کوئی مثال بیان؟

فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَاۗءً بِمَا كَسَبَا۔

جب چور کے ہاتھ کاٹے جائیں بعد اس کے جو چور کے پاس چوری کیا ہوا سامان ہلاک ہوا تو چور پر تاوان واجب نہیں ہو گا اس لیے کہ چور کے ہاتھ کاٹنا تمام کی جزاء ہے جو چور نے اس سے کمایا۔ بے شک کلمہ 'ما' عام ہے جو تمام کو شامل ہوتا ہے جو چور سے پایا گیا۔ لہذا نقصان کے واجب ہونے کی صورت میں چور کی جزاء مجموع ہو گی کلمہ 'ما' کے عام کی صورت میں عمل کو ترک نہیں کیا جائے گا غصب پر قیاس کرنے سے۔ امام شافعی غصب پر قیاس کرتے ہیں جس طرح غاصب پر مغصوب چیز کے ہلاک ہونے پر تاوان واجب نہ ہوتا ہے۔ لہذا امام شافعی نے سارق کو غاصب پر قیاس کیا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ کلمہ ما جزاء بما کسبا میں عام ہے جو تمام کو شامل ہے۔ لہذا ہمارے نزدیک تاوان واجب نہیں ہو گا۔

امام محمد نے جو عام کی مثال بیان کی ہے تحریر فرمائیں؟
کلمہ 'ما' کے عام ہونے پر۔

جب آقا نے اپنی لونڈی سے کہا۔
إِنْ كَانَ مَا فِي بَطْنِكِ غُلَامًا فَأَنْتِ حُرَّةٌ
تیرے پیٹ میں جو کچھ بھی ہے اگر لڑکا ہے تو تو آزاد ہے۔

ایک لڑکا اور ایک لڑکی کی ولادت ہوئی تو لونڈی آزاد نہیں ہوئی۔ کیونکہ کلمہ ما عام ہے جو پورے پیٹ کو شامل ہے جو اس بات پر

دلالت کرتا ہے کہ اس کے پیٹ میں بیٹا ہی ہو۔

کلمہ "ما" عامہ کی دوسری مثال بیان کریں؟

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ۔
پس پڑھو جو تمہیں قرآن سے آسان لگے

بے شک کلمہ "ما" "ما تیسر من القرآن" کے تمام میں عام ہے۔ عام کی ضرورت سے ہے فاتحہ کی قراءت پر نماز کے جواز کا موقوف نہ ہونا۔ خبر میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ نماز نہیں ہے مگر فاتحہ کے ساتھ۔ ہم نے ان دونوں پر عمل کیا اس طور پر کہ کتاب کا حکم تبدیل نہ ہو یا ای طور پر ہم نے خبر کو کمال کی نفی پر محمول کیا۔ یہاں تک کہ مطلق قراءت فرض ہے۔ کتاب اللہ کے حکم کی وجہ سے۔ اور فاتحہ کی قراءت واجب ہے۔ خبر کی حکم کی وجہ سے۔

کلمہ "ما" عامہ کی تیسری مثال بیان کریں؟

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ
تم نہ کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ پاک کا نام نہ لیا گیا ہو

جان بوجھ کر تسمیہ کے چھوڑنے کی حرمت کو ثابت کرتی ہے
خبر میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جان بوجھ کر تسمیہ کو چھوڑنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فقال کلوہ فإنّ تسمیة اللہ تعالیٰ فی قلب کلّ امرئ مسلم.
تم کھاؤ بے شک ہر مسلمان مومن کے دل میں اللہ کا نام ہوتا ہے.

ان دونوں کے درمیان موافقت ممکن نہیں تھی یعنی کتاب اللہ اور خبر واحد کے درمیان. اسلئے کہ اگر جان بوجھ کر تسمیہ کو چھوڑنے سے حلال ہونا ثابت ہوا تو بھولے سے تسمیہ کو چھوڑنے سے بادرجہ اولیٰ حلال ہونا ثابت ہونا چاہیے. اس وقت کتاب اللہ کا حکم اٹھ جائے گا اور خبر کو ترک کیا جائے گا.

کلمہ "ما" عامّہ کی چوتھی مثال بیان فرمائیں؟

وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ.
تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا

یہ آیت مبارکہ اپنے عموم کی وجہ سے دودھ پلانے والی کے نکاح کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے. اور خبر میں آیا ہے.
لا تحرّم المصّة ولا المصّتان ولا الإملاجة ولا الإملاجتان
تم پر حرام نہیں ایک چسکی یا دو چسکی ایک گھونٹ یا دو گھونٹ.

لہذا کتاب اللہ اور خبر واحد کے درمیان موافقت ممکن نہیں تھی تو خبر کو ترک کر دیا اور کتاب اللہ پر عمل کیا جائے گا.

CamScanner

عام کی دوسری قسم العام المخصوص عنہ البعض

وہ عام جس سے بعض افراد کو خاص کیا گیا ہو۔
حکم: اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے باقی میں احتمال کے ساتھ۔

جب باقی کے تخصیص پر دلیل قطعی واقعی ہوئی تو مزید خبر واحد یا قیاس کے ذریعے اس کی تخصیص کرنا جائز ہے۔ یہاں تک کہ تین افراد باقی رہ جائیں۔ تین افراد میں تخصیص کرنا جائز نہیں۔ اور تین افراد میں عمل کرنا واجب ہے۔

خاص کرنے والے نے تمام افراد سے بعض کو نکالا اور وہ بعض مجہول ہیں تو ہر فرد معین میں یہ احتمال ثابت ہوگا کہ وہ باقی افراد عام کے حکم کے تحت داخل ہو جائے اور یہ بھی جائز ہیں کہ وہ دلیل الخصوص کے تحت داخل ہو تو طرفین برابر ہونگے معین کے حق میں۔

اور اگر خاص کرنے والے تمام افراد میں سے بعض معلوم افراد کو نکالا تو جائز ہے اس فرد معین میں موجود علت کو معلوم کرنا اور جب اس علت کے پائے جانے پر دلیل شرعی قائم ہوئی اس فرد معین کے علاوہ میں تو تخصیص کی جانب ترجیح پا جائیگا اس پر عمل کیا جائے گا باقی میں احتمال کے پائے جانے کے ساتھ۔

المطلق والمقیّد

مطلق کی طرف ہمارے اصحاب گئے ہیں جب کتاب اللہ سے کتاب اللہ کے مطلق پر عمل کرنا ممکن ہو تو خبر واحد اور قیاس کے ذریعے اس پر زیادتی کرنا جائز نہیں ہے۔

اللہ پاک کے فرمان میں مطلق کی مثال: فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ.

آیت میں مطلق دھونے کا حکم دیا گیا ہے نیت کے شرط، ترتیب
پے در پے اور تسمیہ کی دھونے پر زیادتی نہیں کی جائے گی خبر
کی وجہ سے بلکہ حدیث پر عمل کیا جائے گا اس طور پر کتاب اللہ
کا حکم تبدیل نہ ہو
ہم نے کہا مطلق دھونا فرض ہے کتاب اللہ کے حکم کی وجہ سے۔
نیت سنت ہے حدیث کے حکم کی وجہ سے

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ

بے شک کتاب نے زنا کے لیے سو کوڑے حد مقرر کی ہے تو سو کوڑے
پر جلاوطنی کی زیادتی نہیں کی جائے گی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کا فرمان "البکر بالبکر جلد مائۃ وتغریب عام" حدیث
پر اس طور پر عمل کیا جائے گا کہ کتاب اللہ کا حکم تبدیل نہ ہو۔
ہم نے کوڑے کے حکم کو مقرر کیا شرعاً کتاب اللہ کے حکم کی وجہ سے اور
جلاوطنی جائز ہو گا قاضی کے رائے کے مطابق خبر کے حکم کی
وجہ سے۔

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ

یہ آیت مبارکہ کعبۃ اللہ کے طواف کے بیان کے بارے میں مطلق ہے
مطلق پر وضو کے شرط کی زیادتی نہیں کی جائے گی خبر کی وجہ سے
بلکہ عمل کیا جائے گا اس طور پر کہ کتاب اللہ کا حکم تبدیل نہ ہو
بائی طور پر کہ مطلق طواف کرنا فرض ہو گا کتاب اللہ کے حکم کی وجہ سے

وضو واجب ہو گا خبر کے حکم کی وجہ سے۔
واجب وضو کو چھوڑنے کی وجہ سے لازم نقصان کو پورا کیا جائے گا
دم کے ذریعے۔

وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ.

یہ آیت مبارکہ رکوع کرنے کے بارے میں مطلق ہے۔ خبر کی وجہ سے مطلق پر تعدیل ارکان کے شرط کی زیادتی نہیں کی جائے گی بلکہ خبر پر عمل کیا جائے گا اس طور پر کہ کتاب اللہ کا حکم تبدیل نہ ہو۔
مطلق رکوع کرنا فرض ہے کتاب اللہ کے حکم کی وجہ سے۔
تعدیل ارکان واجب ہے خبر کے حکم کی وجہ سے۔

زعفران کے پانی سے وضو کرنے کے بارے میں اختلاف بیان کریں؟

ہم نے کہا زعفران کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور یہ اس پانی کے ساتھ جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو اور پانی کے ایک وصف کو بدل دیا اس لیے کہ تیمم کی طرف لوٹنے کی شرط لگاتا مطلق پانی کا نہ ہونا ہے۔ اور اگر زعفران کے پانی نے مطلق پانی کو باقی رکھا اور اضافت کی قید زعفران کے پانی سے پانی کے نام کو زائل نہیں کرتی ہے۔ بلکہ پانی کے نام کو مزید پختہ کرتی ہے اور پانی ماء مطلق کے حکم کے تحت داخل ہوتا ہے
امام شافعی کے نزدیک مطلق پانی منزل من السماء کی صفت پر پانی کا باقی ہونا ہے
ہم نے کہا یہ تو مطلق کو مقید کرنا ہے۔

اعتراض: امام شافعی نے فرمایا کہ آپ نے کہا ماءِ زعفران مطلق پانی کو مزید پختہ کرتا ہے تو ماءِ نجس سے بھی وضو کرنا جائز ہو؟

جواب: قرآن کریم میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا۔

وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ

ماءِ نجس تو ماءِ مطلق میں داخل ہی ہوتا ہے پس اس سے وضو کرنا جائز نہیں کیونکہ وضو سے مقصود محض طہارت ہے اور اللہ پاک کا فرمان وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ۔ اللہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کر دے۔ ماءِ نجس طہارت کا فائدہ نہیں دیتا اور اللہ پاک کے فرمان فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً کے تحت داخل نہیں ہوگا۔

امام اعظم کے نزدیک مظاہر جب کھانا کھلانے کے درمیان اپنی بیوی سے جماع کرے تو دوبارہ نئے سرے سے کھانا نہیں کھلائے گا۔ اسلئے کہ کتاب کھانا کھلانے کے حق میں مطلق ہے تو کھانا کھلانے پر عدم مسیس کی شرط کی زیادتی نہیں کی جائے گی روزے پر قیاس کرنے کی وجہ سے

امام شافعی نے روزے پر قیاس کیا ہے۔ ان کے نزدیک اگر کوئی مظاہر کے کفارے کے درمیان یعنی کھانا کھلانے کے درمیان وطی کر لیتا ہے تو نئے سرے سے کھانا کھلانا ہوگا۔

مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور مقید اپنے تقید پر جاری ہوتا ہے۔

کیا ظہار اور قسم کے کفارے میں غلام کا مسلمان ہونا شرط ہے؟

ظہار اور قسم کے کفارے میں مطلق غلام کا ہونا ہے۔ تو غلام پر ایمان کی شرط کی زیادتی نہیں کی جائے گی قتل کے کفارے پر قیاس کرنے کی وجہ سے۔
امام شافعی قتل کے کفارے پر قیاس کرتے ہوئے ظہار اور قسم کے کفارے میں غلام کا مسلمان ہونا شرط ہے۔

اعتراض: کتاب اللہ بعض مطلقاً سر کے مسح کو ثابت کرتا ہے۔ اور آپ نے مقدار ناصیہ کی قید لگا دی؟

جواب دلیل:
بے شک کتاب مسح کے باب میں مطلق نہیں ہے اور مامور بہ (جس کا حکم دیا گیا) اس کے افراد ہو تو اس کے کسی بھی فرد کو بجا لانا مامور بہ کو بجا لانے والا ہوتا ہے۔

اعتراض: نکاح کے ذریعے حرمت غلیظہ کے ختم ہونے میں مطلق ہے اور آپ نے رفاعہ کی عورت کی حدیث کی وجہ سے دخول سے مقید کر دیا؟

دلیل:
آیت میں نکاح کے لفظ کو وطی پر محمول کیا گیا ہے
ینکح

اور زوجا کے لفظ سے عقد نکاح کا استفادہ حاصل ہو رہا ہے اور زوج ثانی کے ساتھ دخول کی قید حدیث رفاعہ سے ثابت ہے اور اس حدیث کو حدیث مشہور سے لیا۔ تو اب خبر واحد سے مطلق کو مقید نہیں کیا جا رہا۔

مشترک اور مؤوّل

مشترک کی تعریف اور حکم بیان کریں؟

مشترک

ایسا لفظ جو دو مختلف معنی کے لیے یا چند مختلف حقائق کے معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو، لفظ "جاریۃ" (الامۃ اور السفینۃ) دونوں کو شامل ہے اسی طرح مشتری (عقد بیع کو قبول کرنے والا اور ستارے کا نام) ہے۔

حکم:

جب دلائل میں سے کوئی ایک دلیل متعین ہو جائے تو اس کے غیر کی مراد لینے کا احتمال ساقط ہو جائے گا۔
اسی وجہ سے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کتاب اللہ میں مذکور لفظ "قروء" ہے تو ہم نے اس لفظ کو حیض پر محمول کیا اور امام شافعی نے اس لفظ کو طہر پر محمول کیا۔
عموم مشترک جائز نہیں ہوتا کہ ایک لفظ سے دو معنی مراد لیا جائے تو امام اعظم نے قروء کے ساتھ حیض کا معنی مراد لیا۔ اور امام شافعی نے قروء کے ساتھ طہر کا معنی مراد لیا۔

س: أوصٰی لموالی بنی فلان ولبنی فلان موال من اعلی وموال من اسفل اس عبارت کی وضاحت کریں

جواب:

امام محمد نے فرمایا جب کسی شخص نے بنی فلان کے موالی کے لیے وصیت کی اور بنی فلان کے اعلی موالی بھی تھے اور اسفل موالی بھی تھے۔ پس وہ مر گیا تو دونوں فریقین کے حق میں وصیت باطل ہوئی۔ دونوں کو وصیت میں جمع کرنا محال ہے اور عدم رجحان بھی محال ہے۔

اب اس کو اس مثال سے سمجھے

زید نے عمرو کو آزاد کیا زید مُعتِق اور عمرو مُعتَق اور عمرو کے بھی غلام تھے اور عمرو نے اس کو آزاد کر دیا۔ تو عمرو اپنے

غلام کو آزاد کرنے کے اعتبار سے مُعتِق اور عمرو کا غلام عمرو کا مُعتَق اور عمرو کا زید معتق ۔ اب عمرو نے وصیت کی اور عمرو مر گیا تو زید معتق اور عمرو کا غلام معتق دونوں کے حق میں وصیت باطل ہوئی ۔

عمرو زید کا اعلیٰ موالی ہے اور عمرو کا غلام زید کا اسفل موالی ہے۔

س: مشترک کی کوئی مثال بیان کریں؟

جواب: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے یوں کہا ۔ أَنْتِ عَلَيَّ مِثْلُ أُمِّي ۔ تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے ۔ یہ مرد مظاہر نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ لفظ تعظیم اور حرمت کے درمیان مشترک ہے تعظیم کے طور پر حرمت کی جہت سے ترجیح نہیں پائی گی ۔ مگر نیت کے اعتبار اگر اس طرح کہنے سے خود پر اپنی بیوی کو حرام کرنا ہے تو اب مظاہر کہلائے گا اور اگر نیت یہ ہے کہ جس طرح میں اپنی ماں کی تعظیم کرتا تھا اسی طرح تیری تعظیم کرنا بھی ضروری ہے تو اب مظاہر نہیں کہلائے گا۔

اس آیت سے فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ ۔ محرم پر مثل صوری واجب ہوگا یا مثل معنوی؟

شکار کی جزاء میں مثل صوری واجب نہیں ہوتی اس لئے کہ لفظ مثل مشترک ہے مثل صوری اور مثل معنوی کے درمیان ۔
مثل معنوی قیمت ہے اور نص میں موجود لفظ مثل کو مثل معنوی مراد لیا گیا ہے کبوتر اور چڑیا اور ان دونوں کے علاوہ کو قتل کرنے پر بالاتفاق ۔ اور صورت کے اعتبار سے مثل پر زیادتی نہیں کی جائیگی کیونکہ مشترک کے لئے عموم اصلاً جائز نہیں ہوتی تو مثل صوری کا اعتبار ساقط ہو جائے گا
دونوں [illegible]

مؤوّل کی تعریف اور اس کا حکم بیان کریں؟

مؤوّل: مشترک کے بعض معنی میں سے کوئی ایک معنی غالب رائے سے ترجیح پا جائے تو مؤوّل بن جاتا ہے۔

حکم: اس پر عمل کرنا واجب ہے خطا کے احتمال کے ساتھ۔

س: مؤوّل کی کوئی مثال بیان کریں؟

احکام شرعی میں مؤوّل کی مثال: جب بیع میں ثمن کو مطلق رکھا تو ثمن شہر کی نقد غالب پر ہوگا اس تاویل کے طریق سے یعنی تاویل کا طریق جو شہر میں رائج ثمن ہونگے وہی ثمن دیئے جائیں گے جو شہر میں مشہور ہیں۔ اور اگر شہر میں ثمن مختلف ہو تو بیع فاسد ہو گی۔

دوسری مثال: لفظ قرء کو حیض پر محمول کرنا امام اعظم کے نزدیک۔ اور امام شافعی کے نزدیک طہر پر محمول کرنا کیونکہ امام شافعی کے نزدیک طہر مؤوّل ہے اور امام اعظم کے نزدیک حیض مؤوّل ہے۔ دونوں نے اپنے اجتہاد کے ذریعے سے مشترک کے چند معنی سے ایک معنی کو ترجیح دی اپنی رائے کے مطابق۔

تیسری مثال

الفاظ کنایات کو مذاکرات طلاق حال میں طلاق پر محمول کرنا جیسے مذاکرات طلاق میں شوہر نے بیوی کو کہا أنتِ بائن تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ بائن لفظ مشترک ہے اس کے دو معنی ہیں (1) جدائی (2) ظہور اس صورت میں جدائی پر محمول کیا جائے گا۔

چوتھی مثال: وہ دین جو زکات سے مانع ہو تو مالوں کو آسانی کی طرف پھیرا جائے گا دین کو ادا کرنے کے لیے۔

جیسے ایک شخص ہے اس پر کئی نصاب ہے اور اس پر قرض بھی ہے تو اب قرض کی ادائیگی کس نصاب سے ہوگی جس نصاب سے ادائیگی آسانی سے ہو سکتی ہو اسی سے ادائیگی کی جائے گی جیسے درہم اور دینار اس سے قرض کی ادائیگی آسان ہے بمقابل بکری کے۔ کیونکہ بکریوں کو بیچ کر ادائیگی کی جائے گی اور اس سے آسان یہ ہے کہ درہم اور دینار سے ادائیگی کی جائے لہذا دراہم اور دینار پر سال گزر جائے گا تو اس پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی اور باقی بکریوں پر زکوۃ واجب ہوگی

اسی پر امام محمد نے فرمایا ایک شخص نے ایک عورت سے ایک نصاب پر نکاح کیا یعنی یوں کہا کہ میں تجھے مہر میں ایک نصاب دوں گا اور اس کے پاس ایک نصاب ہے بکریوں کا اور ایک نصاب ہے دراہم کا۔ اب مہر دیا جائے گا کیونکہ دین آچکا ہے مرد پر تو یہ دیا جائے گا دراہم پر سے کیونکہ اس سے ادائیگی آسان ہے بنسبت بکریوں کے۔ یہاں تک کہ اگر ان دونوں پر سال گزر جائے تو امام محمد کے نزدیک زکاۃ بکریوں کے نصاب میں ہوگی نہ کہ دراہم میں

مؤول اور مفسر کے درمیان فرق بیان کریں؟

مشترک کے بعض معنی میں سے کوئی ایک معنی متکلم کی جانب سے مترجیح پا جائے یعنی متکلم وضاحت کرے کہ میری یہ مراد ہے تو یہ مفسر ہے۔ جیسے کسی نے کہا "لفلان علیّ عشرۃ دراھم" فلاں کے مجھ پر دس درھم ہے۔ تو یہ تاویل کے طریق سے مترجیح پائے گا جو شہر کی نقد غالب ہوگی تو وہ دیئے جائیں گے اور اگر کہا "لفلان علیّ عشرۃ دراھم من نقد بخارا" کہ فلاں کے مجھ پر دس درھم ہیں بخارا کی نقد سے۔ متکلم نے وضاحت کر دی تو بخارا کی نقدی دینی ہوگی۔ پہلی مثال مؤول کی ہے اور دوسری مفسر کی ہے۔

CamScanner

حقیقت اور مجاز

س1: حقیقت اور مجاز کی تعریف بیان کریں؟

حقیقت + مجاز: ہر ایسا لفظ جس کو لغت کے واضع نے کسی چیز کے مقابلے میں وضع کیا گیا تو اس کے لیے وہ لفظ حقیقت ہے اور اگر اس کے علاوہ میں استعمال کیا جائے تو مجاز کہلائے گا نہ کہ حقیقت

س2: کیا حقیقت اور مجاز ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں؟

حقیقت مجاز کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ایک وقت میں ایک لفظ ہی مراد لیا جائے گا۔

حقیقت اور مجاز ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے اس کی کوئی مثال بیان کریں؟

جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمان میں جو چیز صاع میں ڈالی جاتی ہے اس کو مراد لے لیا جائے تو نفس صاع کا اعتبار ساقط ہو جائے گا تو ایک کو دو کے بدلے بیچنا جائز ہے مگر اس ہی کی جنس کے ساتھ

فرمان مصطفی: لَا تَبِیْعُوْا الدرھم بالدرھمین وَلَا الصاع بالصاعین

تم ایک درھم کو دو درھم کے بدلے اور ایک صاع کو دو صاع کے بدلے نہ بیچو

امام اعظم نے مجازی معنی مراد لیا یعنی جو صاع کے اندر ہے اس کی بیع کرنا جائز نہیں ہے اور صاع یعنی پیمانے کی بیع کرنا جائز ہے۔

امام شافعی حقیقی معنی مراد لیے ہیں یعنی پیمانے کی بیع کرنا جائز نہیں۔

جب آیت ملامسہ سے جماع کا معنی مراد لے لیا گیا تو ہاتھ سے چھونے کو مراد لینے کا اعتبار ساقط ہو جائے گا۔

CamScanner

سوال: غلاموں کے آزاد کرنے میں حقیقت اور مجاز کی مثال بیان کریں؟

جب کسی شخص نے اپنے موالیوں کے لیے وصیت کی درحال اس کے ایسے موالی ہیں جس کو اس نے آزاد کیا اور ان کے ایسے موالی بھی ہیں جن کو انھوں نے آزاد کیا تو وصیت ان کے ذاتی موالی کے لیے ہوگی نہ کہ اس کے موالی کے موالی کے لیے اب ذاتی موالی کے حق میں وصیت حقیقت اور ذاتی موالی کے موالی کے حق میں مجازی طور پر ہوگی۔

س: حربی نے اگر امان چاہے تو کس کس کو امان حاصل ہوگی؟

اگر حربی نے اپنے والد کے لیے امان چاہی تو حربی کے دادا امان میں داخل نہیں ہونگے
اگر حربی نے اپنی والدہ کے لیے امان چاہی تو حربی کی نانی امان میں داخل نہیں ہوگی۔

اس بات پر ہم نے کہا جب کسی شخص نے وصیت کی بنی فلاں کی باکرہ لڑکی کے لیے تو زنا کی وجہ سے جن کی بکارت زائل ہوگی وہ وصیت کے حکم میں داخل نہیں ہونگی۔

اسی طرح اگر کسی شخص نے وصیت کی بنی فلاں کے لڑکوں کے لیے درحال اس کے لڑکوں کے بھی لڑکے ہیں تو وصیت بنی فلاں کے لڑکوں کے لیے ہوگی نہ کہ بنی فلاں کے لڑکوں کے لڑکوں کے لیے

اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں سے نکاح نہیں کریگا درحال وہ اجنبیہ ہے تو حانث عقد نکاح پر ہوگا یہاں تک کہ اگر وہ شخص اس اجنبیہ سے زنا کر لیتا ہے تو حانث نہیں ہوگا
اب نکاح کے لفظ کے دو معنی ہیں حقیقی معنی وطی کرنا اور مجازی معنی عقد نکاح کرنا اور اگر کوئی شخص قسم کھاتا ہے تو مجازی معنی مراد ہوتا ہے عقد نکاح۔

اعتراض (1)

معترض نے کہا کہ آپ نے کہا حقیقت اور مجاز ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے لیکن میں تجھ کو ایسی مثال دکھاتا ہوں جس میں آپ حقیقت اور مجاز کو جمع کر رہے ہیں۔

کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں کے گھر میں اپنے قدم نہیں رکھوں گا۔ اب اس کا حقیقی معنی ننگا پاؤں نہیں رکھوں گا اور مجازی معنی سوار ہو کر یا جوتے پہن کر نہیں جاؤں گا اور آپ دونوں معنی مراد لے رہے ہیں کہ ننگے پاؤں جائیگے تب بھی حانث اور سوار ہو کر یا جوتے پہن کر تب بھی حانث؟

جواب (1)

قدم کا رکھنا مجاز ہو گا گھر میں داخل ہونے سے یعنی عرف کے حکم کی وجہ سے۔ مجازی معنی مطلق دخول ہے عرف میں اگر کہا جاتا ہے کہ میں فلاں کے گھر میں نہیں جاؤں گا تو اس میں تمام ہی صورتیں آجاتی ہیں ننگے پاؤں جائے چاہیے سوار ہو کر جائے یا جوتے پہن کر جائے۔ حقیقی معنی تو ننگے پاؤں سے داخل ہونا اور مجازی معنی مطلقاً دخول۔ اور مطلقاً دخول میں تینوں صورتیں شامل ہیں ننگے پاؤں۔ سوار ہو کر یا جوتے پہن کر اور یہ ننگے پاؤں جو داخل ہورہا ہے تو ہم نے یہاں حقیقی معنی مراد نہیں لیا بلکہ مجازی معنی لیا ہے دخول سے۔ اور دخول میں ننگے پاؤں بھی شامل ہے

اعتراض (2)

کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں کے گھر میں نہیں رہوں گا اور حقیقی معنی فلاں کی ملکیت والا گھر اور مجازی معنی اجرت والا یا عاریت والا گھر اور آپ نے کہا اگر وہ تینوں گھروں میں سے کسی بھی گھر میں داخل ہو گیا تو حانث ہو جائے گا یہ تو آپ نے حقیقت اور مجاز کو جمع کر دیا؟

جواب:

حقیقی معنی ملکیت والا گھر اور مجازی معنی "دار مسکونہ" یعنی وہ گھر جس میں اس نے رہائش رکھی ہوئی ہے یہ مجازی معنی ہے اور دار مسکونہ حقیقی بھی ہو سکتا ہے اور کرائے والا بھی ہو سکتا ہے اور عاریۃ والا بھی ہو سکتا ہے تو دار مسکونہ یعنی مجازی معنی مراد لینے سے جب وہ اس کے گھر میں داخل ہو گا تو حانث ہو جائے گا تو یہاں پر ہم نے حقیقت اور مجاز کو جمع نہیں کیا بلکہ مجازی معنی مراد لیا ہے۔

اعتراض (3)

کسی شخص نے قسم کھائی جس دن فلاں آدمی آیا میرا غلام آزاد ہے تو "یوم" (دن) یوم کا حقیقی معنی دن ہے اور مجازی معنی رات ہے اور آپ نے کہا فلاں شخص دن میں آئے یا رات میں آئے غلام آزاد ہو جائے گا تو آپ نے حقیقت اور مجاز کو جمع کر دیا؟

جواب:

آنے والے مسئلے میں لفظ "الیوم" کو مطلقاً وقت سے تعبیر کیا گیا ہے اس لیے کہ لفظ الیوم کی اضافت جب ایسے فعل کی طرف ہو جس کو کھینچا نہیں کیا جا سکتا ہو تو لفظ الیوم مطلق وقت سے تعبیر ہو گا گویا کہ وہ شخص دن کو آئے یا رات کو آئے حانث ہو جائے گا دونوں صورتوں میں اور یہاں ہم نے حقیقت اور مجاز کو جمع نہیں کیا۔

حقیقت کی تین قسمیں ہیں۔

(1) متعذرہ (2) مھجورہ (3) مستعملہ

پہلی دونوں قسموں کو مجاز کی طرف پھیرا جائے گا بالاتفاق۔

س: متعذرہ کی کوئی مثال بیان کریں؟

حقیقی معنی پر عمل نہ کیا جاتا ہو بلکہ مجازی معنی پر عمل کیا جاتا ہو یعنی حقیقی معنی پر عمل کرنا دشوار ہو۔

اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ اس درخت سے نہیں کھائے گا یا اس ھنڈیا سے نہیں کھائے گا۔ درخت کو کھانا یا ہنڈیا کو کھانا متعذر ہے لہٰذا اسے پھیر دیا جائے گا درخت کے پھل کے کھانے کی طرف اور ہنڈیا میں جو موجود ہے اس کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر نفس درخت سے کھایا نفس ہنڈیا سے کھایا تکلیف کے طور پر تو حانث نہیں ہو گا کیونکہ حقیقت اور مجاز ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے تو اس کو مجاز کی طرف پھیرا جاتا ہے بالاتفاق

دوسری مثال:

اگر کسی شخص نے قسم کھائی اس کنویں سے پانی نہیں پیے گا اس کو پھیر دیا جائے چلو سے پانی پینے کی طرف اور یہ مجاز ہے یہاں تک کہ اگر وہ شخص منہ لگا کر تکلیف کے ساتھ پانی پی لیتا ہے تو حانث نہیں ہو گا کیونکہ حقیقی معنی منہ لگا کر پینا اور اگر حقیقت اور مجاز کو جمع نہیں کر سکتے لہٰذا مجاز کی طرف پھیرا جائے گا۔

سوال: مھجورہ کی کوئی مثال بیان کریں؟

جواب: اگر کسی شخص نے قسم کھائی فلاں کے گھر میں اپنا قدم نہیں رکھے گا قدم کے رکھنے کی مراد لینا مھجورہ ہے عادتاً۔ پہلے ہم نے ذکر کیا تھا کہ وہ دخول سے مجاز ہے ننگے پاؤں داخل ہوگا یا سواری پر داخل ہو گا حانث ہو جائے گا۔
کیونکہ عرف میں اگر کوئی ایسی قسم کھاتا ہے تو مراد یہی ہوتی ہے کہ وہ داخل نہیں ہوگا۔

اسی پیریڈ نے لکھا
نفس جھگڑے کا وکیل بنانا پس پھیر دیا جائے گا مدمقابل کے مطلق جواب کی طرف یہاں تک کہ وکیل کو وسعت ہوگی کہ وکیل "نعم" کے ساتھ جواب دے۔ جیسے وکیل کو وسعت ہوتی ہے "لا" کے ساتھ جواب دینے کی کیونکہ نفس جھگڑے کا وکیل بنانا مھجور ہے شرعی طور پر بھی اور عرفی طور پر بھی

حقیقت مستعملہ: اگر حقیقت کا مجاز متعارف نہ ہو تو حقیقت اولیٰ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

مسئلہ: اگر حقیقت مستعملہ کا مجاز متعارف ہو تو احناف اور صاحبین کا اختلاف

(1) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر مجاز متعارف ہو تو تب بھی حقیقت اولیٰ ہے۔

(2) صاحبین کے نزدیک اگر مجاز متعارف ہو تو عموم مجاز پر عمل کیا جائے گا۔

حل: حقیقت مستعملہ کی مثال بیان کریں؟
اگر کسی نے قسم کھائی اس گندم سے نہیں کھائے گا امام اعظم کے نزدیک
پھیر دیا جائے گا عین گندم کی طرف یہاں تک کہ اگر گندم سے حاصل ہونے
والی روٹی کھائی تو امام اعظم کے نزدیک حانث نہیں ہو گا۔
اور صاحبین کے نزدیک پھیر دیا جائے گا عموم مجاز کے طریقے پر جو
چیز گندم کو شامل ہوتی ہے لہذا صاحبین کے نزدیک عین گندم اور
گندم سے حاصل ہونے والی روٹی کو کھانے سے حانث ہو جائے گا

اسی طرح اگر کسی نے قسم کھائی نہر فرات سے نہیں پیئے گا امام اعظم کے نزدیک
پھیر دیا جائے گا منہ لگا کر نہر فرات سے پینے کی طرف۔

صاحبین کے نزدیک پھیر دیا جائے گا مجاز متعارف کی طرف اور وہ
کسی بھی طریقے سے پینا ہے۔

(۸) امام اعظم کے نزدیک مجاز حقیقت کا خلیفہ ہوتا ہے لفظ کے حق میں۔
صاحبین کے نزدیک مجاز حقیقت کا خلیفہ ہوتا ہے حکم کے حق میں۔

اگر حقیقت فی نفسہ ممکن ہو مگر کہ حقیقت پر عمل کرنا کسی رکاوٹ
کی وجہ سے ممتنع ہو لہذا مجاز کی طرف پھیرا جائے گا ورنہ تو کلام
لغو ہو جائے گا۔ امام اعظم کے نزدیک مجاز کی طرف پھیرا جائے گا
اگرچہ حقیقت فی نفسہ ممکن نہ ہو

سؤ: اذا قال لعبدہ وھو اکبر سنا منہ ھذا ابنی لا یصار الی المجاز عندھما
لاستحالۃ الحقیقۃ وعندہ یصار الی المجاز حتی یعتق العبد۔
اس عبارت کی وضاحت کریں؟

جب آقا نے اپنے غلام سے کہا ھذا ابنی درحال وہ غلام آقا سے بڑا ہے صاحبین کے نزدیک حقیقت کے محال ہونے کی وجہ سے مجاز کی طرف نہیں پھیرا جائے گا صاحبین فرماتے ہیں مجاز حقیقت کا خلیفہ ہے حکم کے حق میں بیٹا باپ سے بڑا نہیں ہوسکتا لہذا صاحبین کے نزدیک کلام لغو ہے۔

امام اعظم فرماتے ہیں مجاز حقیقت کا خلیفہ ہے لفظ کے حق میں ھذا ابنی عربی لحاظ سے ترکیب درست ہے غلام آقا سے بڑا ہے حقیقت کے محال ہونے کی وجہ سے مجاز کی طرف پھیرا جائے گا اور بیٹا باپ کی ملکیت سے آزاد ہوتا ہے جیسے ہی اپنے غلام کو ھذا ابنی کہے گا غلام آزاد ہو جائے گا۔

اسی پر احکام تفریع پاتے ہیں

لفلان علیّ الف او علی ھذا الجدار۔
فلاں کے مجھ پر ایک ہزار یا اور اس دیوار پر

صاحبین کے نزدیک کلام لغو ہو جائے گا کیونکہ حقیقت الکلام اِن دونوں میں سے کسی ایک پر ہزار کا لازم کرنا بلا تعیین اور یہ فی نفسہ ممکن نہیں ہے۔

حاشیہ

امام اعظم کے نزدیک عبارت ترکیبی لحاظ سے درست ہے "او" بمعنی "واو" فلاں کے مجھ پر ایک ہزار اور اس دیوار پر۔ دیوار پر ہزار لازم نہیں ہوتے لہذا بندے پر ہزار لازم ہو نگے۔

"عبدی اَو حماری حُرٌّ" یہ بھی اسی کے تحت ہو گا۔

اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا ھذا ابنتی درحال بیوی کا نسب مشہور تھا شوہر کے علاوہ سے اس اعتبار سے بیوی شوہر پر حرام نہیں ہوگی اس قول کو یعنی ھذا ابنتی کو طلاق سے مجاز کیا جائے گا برابر ہے بیوی عمر میں اس سے بڑی ہو یا چھوٹی ہو

کیونکہ یہ لفظ یعنی ھذا ابنتی اگر اس کے معنی کو درست مان لیں تو یہ لفظ نکاح کے منافی ہوگا پھر یہ لفظ نکاح کے حکم کے بھی منافی ہوگا اور وہ طلاق ہے۔

تنافی کے پائے جانے کے ساتھ استعارہ نہیں ہوتا برخلاف اس قول کے ھذا ابنی کیونکہ بنوۃ باپ کے لیے ملکیت کے ثبوت کے منافی نہیں ہوتا بلکہ باپ کے لیے بیٹے کی ملکیت ثابت ہوتی ہے اور وہ آزاد ہو جائے گا۔

فصل في تعريف طريق الاستعارة

جان لے کہ احکام شرعی میں استعارہ دو طریقوں سے استعمال ہوتا ہے

(1) علت اور حکم کے درمیان تعلق کا پائے جانا۔
(2) سبب اور حکم کے درمیان تعلق کا پائے جانا۔

(1) پہلی صورت میں استعارہ جانبین سے درست ہونے کو ثابت کرتا ہے۔
(2) ایک جانب سے استعارہ کے درست ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ وہ استعارہ فرع کے لیے اصل ہوگا۔

(1) پہلی صورت میں علت بول کر معلول مراد لے لیں یا معلول بول کر
علت مراد لے لیں دونوں جائز ہے۔
(2) دوسری صورت میں سبب بول کر مسبب مراد لے سکتے ہیں
مگر مسبب بول کر سبب مراد نہیں لے سکتے۔

(1) پہلی صورت کی مثال اگر کسی نے کہا اشتریتُ غلامًا اور مراد لے رہا ہے
ملکتُ غلامًا یا ملکتُ غلامًا کہہ کر اشتریتُ مراد لے رہا ہے تو
دونوں جائز ہے۔
(2) دوسری صورت کی مثال اگر کسی نے کہا اشتریتُ ھٰذا یہ سبب ہے
اور مسبب ملک بضعہ کا مالک ہونا لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے
ھٰذا اپنی بیوی کی بہن کو خریدتا ہے جو لونڈی ہے تو اس کا
اس کی ملک بضعہ نہیں ملے گی سبب ہے لیکن مسبب نہیں ہے۔

پہلی صورت کی مثال جب کسی شخص نے کہا:
"اِنْ ملکتُ عبدًا فھو حرٌّ"

آدھے غلام کا مالک ہوا پس اُسے بیچ دیا پھر دوسرے آدھے غلام کا
مالک ہوا تو غلام آزاد نہیں ہوا کیونکہ قائل کی ملکیت میں
پورا غلام جمع نہیں ہوا۔ اور ملکیت جب کوئی کہتا ہے تو پورا غلام
ایک ساتھ پایا جائے۔ ورنہ آزاد نہ ہوگا۔
اگر کہا: "اِنْ اشتریتُ عبدًا فھو حرٌّ"

آدھے غلام کو خریدا پس اسے بیچ دیا پھر دوسرے آدھے غلام کو خریدا تو
پس دوسرا آدھا آزاد ہوا

(1) اگر ملک سے شراء مراد لے یا شراء سے ملک مراد لے تو مجاز
کے طریقے کے ذریعے (3) کی مراد لے سکتے ہے

کیونکہ شراء ملکیت کی علت ہے اور ملکیت شراء کا حکم ہے (2)
اور جانبین سے علت اور حکم کے درمیان استعارہ عام ہے۔
مگر یہ کہ قائل اپنے حق میں تخفیف چاہ رہا ہو تو قاضی اس کے
حق میں تصدیق نہیں کریگا خاص طور پر تہمت کے معنی کے وجہ سے
استعارہ کے درست ہونے کی وجہ سے نہیں
اس کی مثال اگر کسی نے کہا: ان اشتریتُ عبداً فھو حُرٌّ.

آدھا آدھا کر کے غلام خریدتا ہے اور نیت کرتا ہے ملکیت کی تو
اس کی نیت درست نہیں قاضی اس کے حق میں تصدیق نہیں
کریگا دیانۃ اس کی نیت درست ہے عنداللہ.

سبب اور حکم کے درمیان استعارے کی مثال:

جب شوہر نے اپنی بیوی سے کہا: "حَرَّرْتُکِ"

اس قول سے نیت کرتا ہے طلاق کی تو نیت کرنا درست ہے.
کیونکہ لفظ "تحریر" درحقیقت ملک بضع کے زائل ہونے کو ثابت
کرتی ہے ملک رقبہ (گردن) کے زائل ہونے کے واسطے سے پس
ملک متعہ کے زائل ہونے کے لیے سبب ہے جائز ہے طلاق سے استعارہ
لیا جائے جو ملک متعہ کو زائل کرتی ہے.

اعتراض: اگر تحریر کو طلاق سے
مجاز بنایا جائے تو ضروری ہوگا حررتک کے ذریعے واقع ہونے
والی طلاق. طلاق رجعی ہو جیسا صریح طلاق دینے سے
طلاق رجعی واقع ہوتی ہے. یہ نہیں کہا جائے گا.

جواب

ہم نے تحریر کو طلاق سے مجاز نہیں بنایا بلکہ ملک متعہ کے
زائل ہونے سے مجاز بنایا ہے اور یہ بائن میں ہوتا ہے کیونکہ طلاق رجعی
ہمارے نزدیک ملک متعہ کو زائل نہیں کرتی.

اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا: 'طلقتک'

مولی نے طلقتک کے ذریعے نیت کی آزاد کرنے کی تو اس کی نیت کرنا درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ اصل کے لیے جائز ہے کہ اس سے فرع ثابت ہو بہر حال فرع کے لیے جائز نہیں کہ اس سے اصل ثابت ہو۔

اسی بات پر ہم کہتے ہیں نکاح منعقد ہوتا ہے لفظ ھبہ سے لفظ تملیک سے اور لفظ بیع سے کیونکہ ھبہ اپنے ذات کے اعتبار سے ملکِ رقبہ (گردن) کو ثابت کرتی ہے اور ملکِ رقبہ لونڈی میں ملکِ متعہ کو ثابت کرتی ہے لیکن ھبہ سبب ہے ملکِ متعہ کو ثابت کرنے کے لیے تو جائز ہے ھبہ کو نکاح سے مستعار لینا۔ اسی طرح لفظ تملیک اور لفظ بیع کو نکاح سے مستعار لینا جائز ہے اس کا الٹ نہیں ہو سکتا یعنی بیع اور ھبہ نکاح کے لفظ سے منعقد نہیں ہوتی۔ پھر ہر وہ جگہ کہ جہاں محل مجاز کی کسی قسم کے لیے متعین ہو اسی جگہ نیت کی طرف محتاجی نہیں ہوگی

اور یہ نہیں کہا جائے گا جب حقیقت کا ممکن ہونا مجاز کے درست ہونے کے لیے شرط ہو صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی صورت میں لفظ ھبہ سے مجاز کی طرف اس لفظ کو کیسے پھیرا جا سکتا ہے باوجود اس کے آزاد عورت کو بیع اور ھبہ کے ذریعے مالک بنانا محال ہے

اسلئے ہم کہتے ہیں کئی نہ کئی یہ ممکن ہے بائی طور پر آزاد عورت مرتد ہوئی اور دارالحرب میں پہنچ جائے پھر وہاں سے مسلمان قید کر کے واپس لے آئیں

فصل في التصريح والكناية

تعریف

صریح وہ کلمہ جس سے لفظ کی مراد ظاہر ہوتی ہو۔
جیسے بعت و اشتریت کہنا

حکم: اپنے معنیٰ کے پائے جانے کو ثابت کرتا ہے کسی بھی طریقے سے خواہ وہ خبر دینے سے ہو یا نعت سے ہو یا ندائ سے ہو۔ اور صریح کے حکم میں سے یہ بھی ہے کہ صریح نیت سے مستغنی ہوتا ہے۔

س: صریح کی کوئی مثال بیان کریں؟

جب شوہر نے اپنی بیوی سے کہا۔ أنتِ طالقٌ أوْ طلَّقتُكِ أو يا طالقُ

طلاق واقع ہو جائیگی اس قول سے ذریعے سے طلاق کی نیت کی ہو یا نہیں کی ہو۔

اسی طرح جب مولی نے اپنے غلام سے کہا۔
أنتَ حُرٌّ أوْ حرَّرْتُكَ أوْ يا حُرُّ

غلام آزاد ہو جائے گا اگرچہ غلام کو آزاد کرنے کی نیت نہ کی ہو۔

دوسری مثال:

اسی پر ہم نے کہا: بے شک تیمم طہارت کا فائدہ دیتا ہے۔
اللہ پاک کا فرمان: وَلٰكِنْ يُرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ۔ یہ طہارت کے حصول میں صریح ہے تیمم کے ذریعے

(1) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تیمم سے مطلق طہارت حاصل ہوگی۔ اور تیمم وضو کا بدل ہے۔

(2) امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حصول طہارت میں دو قول ہے

(1) پہلا قول کہ تیمم طہارت ضروریہ ہے اس کو صرف ضرورت کے طور پر طہارت مانا گیا ہے۔

(2) دوسرا قول یہ ہے تیمم حدث کو چھپانے والی چیز ہے

اسی اختلاف پر مسائل کو نکالا جاتا ہے دونوں مذہبوں پر

(1) امام شافعی کا قوی قول یہی ہے کہ تیمم طہارت ضروری ہے۔

(جوازہ قبل الوقت)

(1) ہمارے نزدیک نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے تیمم کرنا جائز ہے کیونکہ تیمم وضو کا بدل ہے جس طرح وضو وقت کے داخل ہونے سے پہلے کرنا جائز ہے اسی طرح تیمم کرنا بھی جائز ہے۔

(2) امام شافعی کے نزدیک وقت کے داخل ہونے سے پہلے تیمم کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ تیمم طہارت ضروریہ ہے اور ضرورت وقت کے داخل ہونے کے بعد پیش آتی ہے لہذا وقت سے پہلے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

وأداءُ الفرضَینِ بتیمم واحد

(1) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک تیمم سے جتنی نمازیں چاہیں پڑھ سکتے ہیں جس طرح ایک وضو سے چند نمازیں پڑھی جا سکتی ہے کیونکہ تیمم وضو کا بدل مطلق ہے۔

(2) امام شافعی کے نزدیک ایک تیمم سے ایک ہی نماز پڑھی جا سکتی ہے کیونکہ تیمم طہارت ضروریہ ہے اور ضرورت ایک نماز کی ہے۔

امامۃ المتیمم للمتوضئین

(1) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امامت کروانا وضو کرنے والوں کی جائز ہے۔ کیونکہ تیمم وضو کا بدل مطلق ہے۔

(2) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تیمم کرنے والے کے پیچھے وضو کرنے والوں کی امامت کروانا درست نہیں ہے کیونکہ مقتدی بحیثیت امام اعلی ہے اور ادنی کا اعلی کی امامت کروانا جائز نہیں۔

ص1 کنایہ کی تعریف تحریر کریں؟

کنایہ:

کنایہ وہ ہوتا ہے جس کا معنی چھپا ہوا ہو۔ اور مجاز متعارف ہونے سے پہلے کنایہ کے درجے میں ہوتا ہے۔

حکم: کنایہ کے ذریعے حکم کو ثابت کرنا نیت کے پائے جانے کے وقت یا دلالت حال کی وجہ سے ہے کیونکہ کنایہ کے لیے ایسی دلیل کا ہونا ضروری ہے کہ اس کے ذریعے تردد زائل ہو جائے۔ اور بعض معنی میں سے کوئی ایک معنی ترجیح پا جائے

اسی معنی کی وجہ سے طلاق کے باب میں لفظ بینونۃ اور لفظ تحریم کو کنایۃ بیان کیا گیا ہے معنی تردد اور مراد کے چھپے ہونے کی وجہ سے

ص کیا کنایہ سے حدود قائم ہوتی ہے؟

کنایۃ میں معنی تردد کے پائے جانے کی وجہ سے کنایۃ سے پر اقرار کرنے کی حالت میں حدود (سزائیں) کو نہیں قائم کیا جائے گا حتی کسی نے کنایۃ کے طریقے پر اپنی نفس کے متعلق زنا کا اقرار کیا اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی جبکہ وہ صریح لفظ کو ذکر نہ کرتے اور معنی تردد کے پائے جانے کی وجہ سے گونگے پر حد قائم نہیں کی جائے گی اشارے کی وجہ سے اگر کسی نے کسی شخص پر زنا کی تہمت لگائی اور دوسرا نے کہا **صدقت** تو اس پر حد قائم نہیں ہوگی ہو سکتا ہے کسی اور بات میں تصدیق کر رہا ہو۔

فصل في المتقابلات

متقابلات سے ہماری مراد۔

ظاہر	خفی
نص	مشکل
مفسّر	مجمل
محکم	متشابہ

ظاہر: نام ہے ہر ایسے کلام کا جس کے ذریعے سامع پر سُننے ہی سے مراد ظاہر ہو جائے بغیر غور وفکر کرنے۔

نص: جس کی وجہ سے کلام کو چلایا گیا ہو

اس کی مثال اللہ پاک کے فرمان میں۔
وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا

پس آیت مبارکہ بیع اور سود کے درمیان فرق بیان کرنے کے لیے چلائی گئی ہے رد کرتے ہوئے جب کفار نے بیع اور سود کے درمیان برابری کا دعویٰ کیا کفار نے کہا إنما البَيْعُ مثل الرِّبا

تحقیق بیع کا حلال ہونا اور سود کا حرام ہونا جانا گیا سُننے ہی سے۔ آیت فرق بیان کرنے میں نص۔ لہٰذا فرق بیان کرنے میں نص ہے۔

بیع کے حلال ہونے میں اور سود کے حرام ہونے میں ظاہر ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان:
فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ

کلام کو عدد بیان کرنے کے لیے چلایا گیا ہے تحقیق نکاح کا مباح ہونا
اور جائز ہونا سننے ہی کے ساتھ جانا گیا ہے۔ یہ قول عام کے حق میں
ظاہر ہے اور عددِ بیان میں نص ہے۔

اسی طرح اللہ پاک کا فرمان
لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا
لَهُنَّ فَرِيضَةً

یہ آیت مبارکہ نص ہے اس حکم میں جس کے لیے مہر بیان نہیں کیا گیا
اور ظاہر ہے شوہر کا خود مختیار ہونے میں طلاق کے ذریعے اور
اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ نکاح مہر کو ذکر نہ کرنے کی وجہ سے
درست ہو جاتا ہے یعنی آیت کریمہ میں یا تم نے ان کے لیے مہر مقرر نہ کیا ہو
تو بتایا یہ جا رہا ہے کہ بس مہر کے مقرر کیے بغیر نکاح درست ہو رہا ہے۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان
مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عُتِقَ عَلَيْهِ

قریبی رشتے دار کے آزادی کے حقدار ہونے میں نص ہے۔
قریبی رشتے دار کی ملکیت کے ثبوت میں ظاہر ہے۔

س: ظاہر اور نص کا حکم بیان کریں؟
ظاہر اور نص پر عمل کرنا واجب ہے برابر ہے وہ دونوں
عام ہوں یا خاص ہوں غیر کی مراد لینے کے احتمال کے ساتھ
اور یہ حقیقت کے ساتھ مجاز کے درجے میں ہو گا

اسی پر ہم نے کہا جب اپنے قریبی رشتے دار کو خریدا حتی وہ اس پر آزاد ہو جائے گا اور وراثت آزاد کرنے والے کے لیے بھی ہو گی۔ اور محض ظاہر اور نص کے درمیان فرق تعارض کے وقت ظاہر ہوتا ہے

مثال:

اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا طلقی نفسک تو اپنی جان کو طلاق دے بیوی نے کہا أبنت نفسی میں نے اپنی جان کو بائن کیا۔ طلاق رجعی واقع ہو گی۔ اسلئے کہ شوہر نے جس طلاق کا اختیار بیوی کو دیا تھا وہ طلاق صریح ہے الفاظ یہ تھے طلقی نفسک اس قول سے طلاق رجعی واقع ہو رہی ہے لہذا بیوی کو اتنا ہی اختیار حاصل ہوگا جتنا شوہر نے دیا تھا اور شوہر نے طلاق رجعی کا اختیار دیا تھا۔ اور طلاق رجعی دینے میں نص ہے اور طلاق بائن میں ظاہر ہے پس نص پر عمل ترجیح پا جائے گا۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اہل عرینہ کے لیے:

"اشربوا من أبوالها وألبانها"

یہ حدیث سبب شفاء کے بیان میں نص ہے۔ اور پیشاب کے پینے کے جائز ہونے میں ظاہر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"استنزهوا من البول فإن عامة عذاب القبر منه"

پیشاب سے بچنے کے واجب ہونے میں نص ہے پس نص ظاہر پر ترجیح پا جائے گا تو پیشاب کو پینا اصلاً حلال نہیں ہو گا۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

ما سقتہ السماء ففیہ العشرُ

یہ حدیث بیانِ عشر میں نص ہے ۔ اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لیس فی الخضروات صدقۃ یہ حدیث عشر کے نہ ہونے میں مؤوّل ہے کیونکہ لفظ صدقہ چند معنی کا احتمال رکھتا ہے لہٰذا نص مؤول پر ترجیح پا جائے گا۔

س ۱ مفسر کی تعریف بیان کریں ؟

مفسر وہ ہے جس کی مراد لفظ سے ہی ظاہر ہو جائے متکلم کی جانب سے بیان آنے کی وجہ سے اس حیثیت سے بیان کے ساتھ تاویل اور تخصیص کا احتمال باقی نہ رکھتا ہو۔

اس کی مثال اللہ پاک کے فرمان میں
"فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون!

ملائکہ کا نام عام ہونے میں ظاہر ہے مگر یہ کہ تخصیص کا احتمال قائم ہوتا ہے کلُّھم کے ذریعے تخصیص کا دروازہ بند ہو گیا پھر جدا جدا سجدہ کرنے میں احتمال باقی رہا پھر اجمعون کے ذریعے تاویل کا دروازہ بند ہو گیا

اور شرعیات میں اس کی مثال جب کسی نے کہا۔

تزوّجتُ فلانۃً شھراً بکذا

مرد کا تزوّجتُ کہنا نکاح کرنے میں ظاہر ہے مگر یہ کہ متعہ کا احتمال قائم تھا شھراً کہنے کے ذریعے۔

اس کے ذریعے متکلم کی مراد اچھی طرح ظاہر ہوئی۔ تو ہم نے کہا یہ متعہ ہے نہ کہ نکاح۔

اگر کسی نے کہا: لفلانٍ عليّ ألفٌ من ثمنِ هذا العبد أو من ثمنِ هذا المتاع۔
فلاں کے مجھ پر اس غلام کے ثمن سے ہزار ہیں یا اس سامان کے ثمن سے۔
پس اس کا علیّ ألفٌ کہنا اقرار کے لازم ہونے کے حق میں نص ہے مگر کہ تفسیر کا احتمال باقی ہے پس اس کا قول من ثمنِ هذا العبد أو من ثمنِ هذا المتاع اس کے ذریعے مراد کو ظاہر کر دیا۔
پس مفسر نص پر ترجیح پا جائے گا حتی مال لازم نہیں ہو گا غلام یا سامان کے قبضہ کرنے کے وقت اور اس کا کہنا لفلانٍ علیّ ألفٌ اقرار کرنے میں ظاہر ہے نقدِ بلد میں نص ہے

جب کسی نے کہا "من نقدِ بلدِ كذا" مفسر نص پر ترجیح پا جائے گا تو نقد بلد لازم نہیں ہو گی بلکہ فلاں شہر کی نقدِ بلد لازم ہو گی

س؛ محکم کی تعریف بیان کریں؟
محکم جو قوت میں مفسر سے بڑھ گیا ہو اس حیثیت سے اس کا خلاف بالکل بھی جائز نہیں ہوتا۔

اس کی مثال اللہ پاک کا فرمان إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا
اللہ پاک ہر چیز کو جاننے والا ہے اور اللہ پاک لوگوں پر ظلم نہیں کرتا اب اس کا الٹ بالکل جائز نہیں ہے۔

اور حکمیات میں محکم کی مثال جو ہم نے کہا اقرار کرنے میں:
اللہ لفلان علیّ ألف من ثمن ھذا العبد. بے شک یہ لفظ
غلام کے بدلے میں ہزار کے لازم ہونے میں محکم ہے۔

س: مفسّر اور محکم کا حکم بیان کریں؟
ضروری طور پر مفسّر اور محکم پر
عمل کرنا لازم ہے

ج: پھر اس چار کی دوسری چار ہے جو اس کے مقابلے میں آتی ہے۔

(ظاہر کی ضد خفی) (نص کی ضد مشکل) (مفسّر کی ضد مجمل)

(محکم کی ضد متشابہ)

س: خفی کی تعریف بیان کریں؟
جس کی مراد صیغے کے علاوہ کے عارض سے پوشیدہ ہو۔

خفی کی مثال اللہ پاک کے فرمان میں:
وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا.

یہ آیت مبارکہ چوری کرنے والے کے حق میں ظاہر ہے اور جیب قطع
اور کفن چور کے حق میں خفی ہے۔

اسی طرح اللہ پاک کا فرمان "اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي" زنا کرنے والے کے حق
میں ظاہر ہے اور لوطی کے حق میں خفی ہے۔

اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ پھل نہیں کھائے گا تو اس کا حکم ظاہر ہو گا جس چیز میں لذت حاصل کی جاتی ہے اور خفی ہو گا انگور اور انار کے حق میں۔

س۱: خفی کا حکم بیان کریں؟
طلب لازم ہے یہاں تک کہ پوشیدگی اس سے دور ہو جائے۔

س۲: مشکل کی تعریف بیان کریں؟
جو پوشیدہ میں خفی سے زیادہ ہو گویا کہ اس کے بعد جو سامع پر پوشیدہ ہو اور اس کی حقیقت اس کے ہم مشکل اور ہم مثل میں داخل ہو جائے۔ یہاں تک کہ طلب کے ذریعے مراد کو پوچھا جا سکے پھر غور فکر کے ساتھ یہاں تک کہ اس کی مثال سے واضح ہو جائے۔

احکام میں مشکل کی مثال جب کسی نے قسم کھائی وہ سالن نہیں کھائے گا محض سرکہ اور کھجور کے شیرے میں ظاہر ہے اور گوشت، انڈے اور پنیر میں مشکل ہے یہاں تک کہ سالن کے معنی میں پائے جائے پھر غور فکر کرنا ان معنی کی کہ گوشت، انڈا اور پنیر میں پایا جاتا ہے یا نہیں۔

پھر مشکل کے اوپر مجمل ہے مجمل وہ جو کئی صورتوں کا احتمال رکھتا ہو اس حالت پر طلب اور غور فکر کے ذریعے مراد کو نہ جانا جا سکے مگر متکلم کی جانب سے بیان آجانے کی وجہ سے۔
شرعیات میں مجمل کی مثال اللہ پاک کا فرمان "حَرَّمَ الرِّبٰوا"

بے شک ربا سے مراد مطلق زیادتی ہے اور وہ مراد نہیں ہے بلکہ مراد وہ زیادتی ہے جو مکیلی، موزونی اور ہم جنس کی بیع میں بدلے سے خالی کرتی ہے اور لفظِ ربا کے لیے اس مراد پر کوئی دلالت نہیں ہے پس غور فکر کے ذریعے مراد کو پوچھا جا سکتا ہے۔

CamScanner

پھر پوشیدگی میں مجمل کے اوپر متشابہ ہے متشابہ کی مثال سورت کے شروع میں حروف مقطعات۔

س/ مجمل اور متشابہ کا حکم بیان کریں؟
ان دونوں کے اعتقاد ہونے کا حق رکھنا یہاں تک کہ بیان آ جائے۔

فصل فیما یترك به حقائق الألفاظ

جن الفاظ کی حقیقت کو ترک کر دیا جاتا ہے ان میں پانچ قسمیں ہیں۔

(1) دلالۃ العرف

احکام کا ثبوت الفاظ کے ذریعے سے ہوتا ہے محض لفظ کی دلالت متکلم کی معنیٰ مرادی پر جب کہ لفظ کا معنیٰ لوگوں کے درمیان متعارف ہو اور یہ متعارف معنیٰ لوگوں کے درمیان دلیل ہوگا اس پر کہ لفظ کی مراد ظاہر ہے تو معنیٰ متعارف پر عمل کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

اس کی مثال اگر کسی نے قسم کھائی کہ سر نہیں خریدے گا پس قسم لوگوں کے متعارف معنیٰ پر واقع ہوگی لہذا چڑیا اور کبوتری کے سر کی خریداری کرنے سے حانث نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر قسم کھائی کہ انڈا نہیں کھائے تو یہ قسم لوگوں کے درمیان متعارف معنیٰ پر واقع ہوگی پس چڑیا اور کبوتری کا انڈا کھانے سے وہ حانث نہیں ہوگا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ حقیقت کو ترک کرنا مجاز کی طرف پھیرا جانے کو واجب نہیں کرتا بلکہ جائز ہے اس سے ذریعے حقیقتِ قاصرہ کو ثابت کرنا

حقیقت قاصرہ کی مثال عام کو بعض کے ساتھ خاص کرنا یعنی حقیقت کاملہ اور مجاز کے درمیان ایک صورت بنتی ہے جس کو حقیقت قاصرہ کہتے ہیں اس میں مجاز کی طرف نہیں جایا جاتا بلکہ حقیقت کے بعض پر عمل کیا جاتا ہے اور بعض کو ترک کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے حج کی منت مانگی یا بیت اللہ کی طرف پیدل چلنے کی یا حطیم کعبہ کو اپنے کپڑے سے چھونے کی تو نذر کا افعال معلومہ کے ساتھ حج کرنا لازم ہوگا عرف کے پائے جانے کی وجہ سے۔

(۲) نفسِ کلام میں لفظ کی دلالت کی وجہ سے حقیقت کو ترک کر دیا جاتا ہے

اس کی مثال جب کسی نے کہا کُلُّ مملوكٍ لِي فَهُوَ حُرٌّ اس قول سے

اس کے مکاتب غلام اور وہ غلام جس کے بعض کو آزاد کیا تھا وہ کُل مملوک کے تحت آزاد نہیں ہونگے مگر یہ کہ مملوک میں ان دونوں کی بھی نیت کی ہو کیونکہ لفظِ مملوک مطلق ہے ہر اعتبار سے مولی کے مملوک کو شامل ہوتی ہے اور مکاتب ہر اعتبار سے مملوک کو شامل نہیں ہوتا اسی وجہ سے مولی کا مکاتب میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور مولی کا مکاتبہ لونڈی سے وطی کرنا حلال نہیں ہوتا۔

اگر مکاتب نے اپنے مولی کی بیٹی سے نکاح کیا پھر مولی مر گیا اور بیٹی وارث ہوئی تو مکاتب کا نکاح فاسد نہیں ہوگا۔

کیونکہ مکاتب کی مولی کی ملکیت سے ناقص ہے

جب اس اعتبار سے مکاتب مملوک نہیں ہوتا اور مکاتب
مطلق لفظ مملوک کے تحت داخل نہیں ہوتا اس کے خلاف اس کے
مدبر اور اُمّ الولد بے شک ان دونوں میں ملکیت کامل ہوتی ہے
اسی وجہ سے مدبرہ لونڈی اور اُمّ الولد سے آقا کا وطی کرنا حلال ہے
محض رقیت میں نقصان (کمی) ضروری طور پر مولی کی موت سے
ہوگا۔

(۱) حانث کا اپنی قسم کے کفارے کی وجہ سے یا ظہار کے کفارے کی وجہ
سے مکاتب کو آزاد کرنا جائز ہے

(۲) قسم کے کفارے میں اور ظہار کے کفارے میں مدبر اور اُمّ ولد کو
آزاد کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ واجب وہ آزادی ہے
مدبر اور اُم ولد میں ملکیت کامل ہے غلامی ناقص ہے لہذا جس غلام
میں غلامی کامل ہوگی اس کو آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہوگا۔

اور واجب وہ تحریر ہے اور تحریر رقیت کو زائل کرتی ہے
حریت کو ثابت کرتی ہے جب مکاتب میں رقیت کامل ہے تو کفارہ ادا
~~ادا~~ ہو جائے گا اور مدبر اور اُمّ ولد میں جب غلامی ناقص ہے تو کفارہ
ادا نہیں ہونگے۔

کلام کے انداز (سیاق) کی دلالت کی وجہ سے حقیقت کو ترک کر دیا جاتا ہے

جب مسلم نے حربی سے کہا اِنزِل
نیچے اُتر پس وہ نیچے اُترا تو امن والا ہوا
اگر مسلم نے حربی سے کہا اِنزِل اِن کُنتَ رجلاً پس وہ نیچے اُترا حربی
امن والا نہیں ہو

اگر حربی نے کہا "الأمان الأمان" مسلم نے بھی کہا "الأمان الأمان"
تو حربی امن والا ہوا
اگر جواب میں مسلم نے کہا "الأمان ستعلم ما تلقی غدا ولا تعجل حتی تری"
پس وہ نیچے اترا امن والا نہیں ہوا

اگر کسی مرد نے دوسرے کسی مرد سے کہا میرے لیے لونڈی خرید تاکہ وہ میری خدمت کریں تو موکل نے اندھی اور اپاہج کو خریدا تو جائز نہیں

اسی طرح اگر کسی نے کہا میرے لیے لونڈی خرید حتی میں اس سے تعلق زوجیت قائم کروں تو موکل نے رضاعی بہن خرید کر لایا تو یہ خریداری موکل پر نہیں لگےگی۔

اسی پر ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان
إذا وقع الذباب في طعام أحدكم فامقلوه ثم انقلوه فإن في إحدى جناحيه داء وفي الأخرى دواء وإنه ليقدم الداء على الدواء.

جب تم میں سے کسی ایک کے کھانے میں مکھی گر جائے پس تم اسے ڈبو پھر اسے نکالو بے شک مکھی کے دو پروں میں سے ایک میں بیماری اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے اور بے شک مکھی بیماری والے پر کو شفا والے پر پر مقدم کرتی ہے۔

سیاق کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ڈبونا ہم نے اذیت کو دور کرتا ہے نہ کہ بندے کو حکم دینے کے لیے تھا اور وجوب کے لیے بھی نہیں تھا

اللہ پاک کا فرمان وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ اس فرمان کے بعد اللہ پاک نے فرمایا اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ.

آیت میں مصارف صدقات کی اقسام کو ذکر کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صدقات سے منافقین کی لالچ کو دور کرنے کے لیے تھا صدقات کے لیے مصارف کے بیان کرنے کی وجہ سے۔ پس ذمہ داری سے نکلنا موقوف نہیں ہوگا مرکب کی طرف ادائیگی پر۔

6 متکلم کی جانب سے دلالت کے ذریعے حقیقت کو ترک کر دیا جاتا ہے۔

اللہ پاک کا فرمان فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر.

بے شک اللہ پاک حکیم ہے اور کفر قبیح ہے اور حکیم کبھی بھی فحاشات کا حکم نہیں دے سکتا۔ پس حکم پر لفظ کی دلالت کو ترک کر دیا جائے گا حکم دینے والے کی حکمت کی وجہ سے۔

اسی پر ہے کہ کہا۔ جب کسی کو گوشت کی خریداری پر وکیل بنایا اگر موکل مسافر ہے راستے پر پڑاؤ کیا پس پکے ہوئے یا بھنے ہوئے گوشت پر وکیل بنا ہوگا اور اگر وہ گھر میں مقیم ہے تو کچے گوشت پر وکیل بنا ہوگا۔

اسی نوع میں سے یمین الفور اس کی مثال جب کسی نے کہا۔
یمین الفور (یعنی غصے میں قسم کھانا) اس کا اطلاق غصے کی حالت میں ہوگا اس کے بعد نہیں ہوگا۔

کسی نے کہا: تم ادھر آؤ میرے ساتھ ناشتہ کرو دوسرے نے کہا: اللہ کی قسم میں ناشتہ نہیں کروں گا تو اس کی ناشتے کی طرف

پھیر دیا جائے گا حتی اگر اس کے بعد اس کے گھر میں اس کے ساتھ ناشتہ کیا یا اس کے علاوہ کے ساتھ ناشتہ کیا اسی دن تو حانث نہیں ہو گا۔

اسی طرح عورت کھڑی تھی گھر سے نکلنے کا ارادہ تھا پس شوہر نے کہا اگر تو نکلی تو طلاق والی ہے تو طلاق کا حکم فوراً کے ساتھ مقید ہو گا حتی اگر اس کے بعد گھر سے نکلی تو حانث نہیں ہو گی۔

محلِ کلام کی دلالت کی وجہ سے حقیقت کو ترک کر دیا جاتا ہے

محل لفظ کے معنی کی حقیقت کو قبول نہیں کرتا اس کی مثال آزاد عورت کا نکاح منعقد ہوا لفظ بیع سے لفظ ھبہ سے لفظ تملیک سے اور لفظ صدقہ سے یعنی حقیقی معنی پر عمل نہیں کیا جائے بلکہ مجاز کی طرف پھیرا جائے گا اور نکاح منعقد ہو جائے گا

اسی طرح مولی نے اپنے غلام سے کہا "ھذا ابني" درحال غلام کا مولی کے علاوہ سے نسب مشہور تھا اور اسی طرح جب مولی نے اپنے غلام سے کہا درحال غلام مولی سے بڑا تھا "ھذا ابني" مجاز ہو گا آزادی سے امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک کلام لغو ہے ہمارے نزدیک مجاز حقیقت کا خلیفہ ہوتا ہے لفظ کے حق میں اور صاحبین کے نزدیک حکم کے حق میں۔

فصل في متعلقات النصوص

متعلقات سے ہماری مراد:

(1) عبارت نص
(2) اشارۃ نص
(3) دلالت نص
(4) اقتضاء نص

(1) عبارت نص:

وہ عبارت یا کلام جس سے ایسا حکم ثابت ہو جس کے لیے کلام کو چلایا گیا ہو۔

اشارۃ نص:

جو بغیر زیادتی کے نص کے الفاظ سے ثابت ہو اور ہر اعتبار سے ظاہر نہ ہو اور نہ ہی اس کی وجہ سے کلام کو چلایا گیا ہو۔

اللہ پاک کا فرمان
للفقراء المهاجرين الذين أخرجوا من ديارهم
یہ آیت مال غنیمت کے مستحق کو بیان کرنے کے لیے چلائی گئی ہے اور اس معاملے میں نص ہوگی اور تحقیق مہاجرین کا فقیر ہونا نص کے الفاظ کے ذریعے سے ثابت ہوا پس اشارۃ نص ہے اس بات کی طرف کہ مسلمان کے مال پر کافر کا قبضہ کرنا کافر کے لیے ملکیت کو ثابت کرنے کے لیے سبب ہے کیونکہ اگر مسلمان کا مال مہاجرین کی ملکیت میں باقی ہوتا تو مہاجرین کا فقیر ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

اس سے غلبہ کے مسئلے کے بارے میں حکم نکلے گا، تاجر کا کفار سے شراء کے ذریعے ملکیت کے ثبوت کا حکم اور بیع، ھبہ اور آزاد کرنے سے تاجر کا تصرف کرنا، مال غنیمت بنانے کے ثبوت کا حکم غازی کے لیے ملکیت کے ثبوت کا حکم، پہلا مالک غازی کے قبضے سے مال کو چھیننے سے عاجز ہوتا۔

اسی طرح اللہ پاک کا فرمان "أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ"
تمہارے لیے روزے کی راتوں کو جمع کرنا حلال کیا گیا

یہ فرمان اس قول تک: ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ۔
پھر تم روزے کو رات تک مکمل کرو

پس امساک (رکنا) صبح کے اول وقت میں جنابت کے ساتھ ثابت ہوگا کیونکہ ضرورت میں سے ہے مباشرت کا حلال ہونا صبح تک دن کے جز اول کا جنابت کے پائے جانے کے ساتھ ہونا اور اسی جز سے رکنا روزہ ہے جس کا بندے کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جنابت روزے کے منافی نہیں اور کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا روزے باقی ہونے کے خلاف نہیں

مسئلے نکلے ہیں جس نے زبان سے کوئی شئ چکھی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا کلی کرتے وقت پانی کو شملین پایا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اسی سے احتلام سچھنے نکلوانے اور سر میں تیل لگانے کا حکم معلوم ہوا۔

اس لیے کہ صبح کے اول حصے میں مذکورہ تین اشیاء سے روکنے کے واسطے کے لازم ہونے والے امساک کا نام روزہ ہے۔ معلوم ہوا کہ تین اشیاء سے رکنے کے ذریعے روزے کا رکن مکمل ہوتا ہے۔

اور اسی پر اراٹ کو نیت کرنے کے مسئلے کا حکم نکلے گا اگر کسی نے مامور بہ کو بجا لانے کا ارادہ کیا تو امر کے متوجہ ہونے کے وقت اس پر لازم ہوگا اور وہ امر روزہ صبح کے اول حصے کے بعد بھی متوجہ ہوتا ہے۔

(3) **دلالت نص**

وہ معنی جو منصوص علیہ کے حکم کے لیے علت معلوم ہوئی ہو لغت کے اعتبار سے نہ کہ اجتہاد اور استنباط کے

مثال: فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا

پس لغت کی وضع سے واقف پہلی مرتبہ سننے ہی سے جان لے گا کہ اُف کا حرام ہونا والدین سے اذیت دور کرنے کے لیے ہے۔

حکم:

منصوص علیہ کے حکم کا عام ہونا اس کی علت کے عام ہونے کی وجہ سے ہے

اسی معنی کے پائے جانے کی وجہ سے ہم نے کہا مارنا، گالی دینا، اجارے کے سبب سے والد سے خدمت طلب کرنا، دین کے سبب سے قید کرنا یا قصاص قتل کرنا، حرام ہوتا ہے۔

پھر دلالت نص عبارۃ نص کے درجے میں ہوتی ہے حتی دلالۃ نص کی وجہ سے سزاؤں کو ثابت کرنا درست ہو

ہمارے اصحاب نے فرمایا:

کفارہ جماع کی وجہ سے واجب ہوتا ہے نص کے ذریعے اور کھانے اور پینے کے ذریعے بھی کفارہ واجب ہوتا ہے دلالت نص کی وجہ سے۔

اسی معنی کا اعتبار کرنے پر کیا گیا ہے حکم اسی علت پر گھومتا ہے امام قاضی ابو زید نے فرمایا اگر کوئی قوم اُف کہنے کو عزت شمار کرتی ہو ان کا والدین کو اُف کہنا حرام نہیں ہو گا۔

اسی طرح اللہ پاک کے فرمان میں ہم نے کہا۔
اگر ہم ایسی بیع کو فرض کریں جو جمعہ کی طرف سعی کرنے سے عوضین کو نہیں روکتی گویا کہ وہ دونوں کشتی میں ہوں اور کشتی جامع مسجد کی طرف چل رہی ہو تو بیع مکروہ نہیں ہوتی۔

اسی پر ہم نے کہا جب کسی نے قسم کھائی کہ اپنی بیوی کو نہیں مارے گا پس بیوی کے بال کھینچے یا اس کو چک مارا یا اس کا گلا دبایا تو حانث ہو جائے گا جبکہ یہ افعال تکلیف دینے کی وجہ سے ہو اور اگر مارنے کی صورت اور بال کھینچنے کی صورت مذاق کرتے وقت ہو نہ کہ تکلیف دینے مقصود ہو تو حانث نہیں ہو گا۔

جس نے قسم کھائی فلاں کو نہیں مارے گا پس فلاں کو اس کی موت کے بعد مارا تو حانث نہیں ہو گا معنی الضرب کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اور وہ تکلیف ہے

اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلاں سے بات نہیں کریگا پس فلاں سے اس کی موت کے بعد کلام کیا تو حانث نہیں ہو گا افہام کے نہ ہونے کی وجہ سے۔

اسی معنی کا اعتبار کرنے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔
اگر کسی نے قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائے گا پس اس نے مچھلی کا گوشت کھایا یا ٹڈی کھائی تو حانث نہیں ہو گا۔ اور اگر خنزیر کا گوشت کھایا یا انسان کا گوشت کھایا تو حانث ہو جائے گا
کیونکہ مچھلی اور ٹڈی میں گوشت کی تعریف صادر نہیں آتی۔

کیونکہ جاننے والا پہلی مرتبہ سننے ہی سے جان لیتا ہے کہ اس قسم پر ابھارنے والا مخصص وہ بچنا ہے جو چیز خون سے پیدا ہوتی ہے اور بچنا خون والے گوشت کو تناول کرنے سے ہو گا. پس اسی پر حکم گھومے گا.

(٦) اقتضاء نص

نص پر اس زیادتی کو کہتے ہیں جو نص کے معنی ثابت نہ کرتے ہوں مگر اس کے ساتھ گویا کہ نص اس کا تقاضا کیا ہو (نے) ہو اور ہی نص اس کا معنی درست ہو جائے.

شرعیات میں اس کی مثال، جب شوہر نے اپنی بیوی سے کہا أَنْتِ طَالِقٌ بے شک یہ عورت کی نَعْت ہے مگر یہ ہے کہ نَعْت مصدر کا تقاضا کرتی ہے گویا کہ مصدر اقتضاء نص کے طریقے سے موجود ہے.

اسی طرح اگر کسی مرد نے دوسرے مرد سے کہا
أَعْتِقْ عَبْدَكَ عَنِّيْ بِأَلْفِ درهم
تو اپنے غلام کو میری طرف سے ایک ہزار درہم کے بدلے آزاد کر.

دوسرے مرد نے کہا أَعْتَقْتُ میں نے آزاد کیا تو آزادی واقع ہوگی حکم دینے والے کی طرف سے اور اس پر ایک ہزار درہم واجب ہونگے اگر حکم دینے والے نے اس کے ذریعے کفارے کی نیت کی ہو تو اس کی نیت درست ہے، یہ قول اس درجے میں ہوگا تو غلام کو میری طرف سے ایک ہزار درہم کے بدلے آزاد کر.

معنی تقاضا کرتا ہے اس قول کا مجھے غلام بیچ ایک ہزار درہم کے بدلے پھر تو آزاد کرنے کا وکیل بن جو میری طرف سے غلام کو آزاد کر

پس بیع اقتضاء نص کے طریقے سے ثابت ہوتی ہے پس قبول ثابت ہوتا ہے اسلئے کہ قبول بیع کے باب میں رکن ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، جب مرد نے کہا:

"أعتق عبدك عني بغير شيء"

میری طرف سے اپنے غلام کو بغیر کسی عوض کے آزاد کر

آزادی حکم دینے والے کی جانب سے واقع ہوگی یہ کلام تقاضا کرنے والا ہوگا ھبہ کے لیے وکیل بنانے کا۔ اور ھبہ میں قبضے کی طرف محتاجی نہیں ہوگی کیونکہ ھبہ میں قبضہ کرنا بیع کے باب میں قبول کے درجے میں ہے لیکن ہم کہتے ہیں قبول بیع کے باب میں رکن ہے جب ہم نے بیع کو ثابت کیا اقتضاء نص کے طور پر اور ہم نے قبول کو ثابت کیا ضرورت کے طور پر۔ بر خلاف ھبہ کے باب میں قبضے کے۔ بے شک قبضہ ھبہ کے باب میں رکن نہیں ہے

حکم: مقتضی کا حکم ہے کہ ضرورت کے پیش نظر ثابت ہوتا ہے۔ ان کو مقدر مانا جائے گا بقدر ضرورت۔

اگر شوہر نے دخول کے بعد بیوی سے کہا "اعتدی" اور اس کے ذریعے طلاق کی نیت کی تو اقتضاء نص کے طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ الاعتداد طلاق کے وجود کا تقاضا کرتا ہے اور طلاق کو بقدر ضرورت ہی مقدر مانا جائے گا اور اسی وجہ سے طلاق رجعی واقع ہوگی کیونکہ بائن یہ قدر ضرورت سے زائد ہے جو کہ اقتضاء نص کے طریقے سے ثابت نہیں ہوتی اور ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔

فصل في الأمر

لغوی تعریف: قائل کا اپنے غیر کو افعل کہنا۔
شرعی تعریف: غیر پر فعل کے لازم ہونے کا تصرف

بعض ائمہ نے ذکر کیا کہ امر سے مراد صرف اسی صیغے کے ساتھ خاص کرنا ہے اور عقلاً محال ہے کہ اس کے معنی کا امر کی حقیقت ہونا اسی صیغے کے ساتھ خاص ہے تو بے شک اللہ پاک ازل سے کلام فرما رہا ہے۔ اور ہمارے نزدیک اس کا کلام امر، نہی، خبر، استخبار بھی ہے اور ازل میں اس صیغے کا وجود محال ہے اور یہ بات بھی محال ہے کہ اس کا معنی حکم دینے والے کے لیے امر سے مراد اسی صیغے کے ساتھ خاص ہونا ہے۔ شک شارع کی امر سے مراد بندے پر فعل کو واجب کرنا اور وہ معنی ابتلاء ہے ہمارے نزدیک اور تحقیق اس صیغے کے علاوہ سے وجوب ثابت ہوا۔ کیا اس کے لیے ایمان لانا واجب نہیں جس تک دعوت تبلیغ نہیں پہنچی ہو

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر اللہ پاک رسولوں کو مبعوث نہ فرماتا تو ضرور عقلاء اللہ کی پہچان ان کی عقلوں کی وجہ سے واجب تھی

بعض ائمہ کا قول اسی پر محمول کیا جائے کہ امر سے مراد اسی صیغے کے ساتھ خاص کرنا ہے احکام شرعی میں بندے کے حق میں حتی رسول علیہ السلام کا کوئی فعل کرنا افعلوا کے درجے میں نہیں ہوگا اور اس کے ذریعے وجوب کا اعتقاد لازم نہیں آئے گا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی افعال میں پیروی کرنا محض ثابت قدمی کے وقت واجب ہوتی ہے اور اس فعل کی تنبیہ بھی فرمائی ہو کہ اس کو نہیں چھوڑنا۔

فصل في اختلف الناس في الأمر المطلق

لزوم اور عدم لزوم کے قرائن اور قرینے سے خالی ہو

امر مطلق: امر مطلق کا لزوم اور عدم لزوم پر دلالت کرنے والے قرینے سے خالی ہونا۔

جیسے اللہ پاک کا فرمان

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

اور وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ۔

جمہور کے نزدیک صحیح مذہب یہی ہے کہ امر کا مقصد وجوب ہے مگر جب امر کے خلاف پر دلیل قائم ہوئی کیونکہ حکم کو ترک کرنا نافرمانی ہے جیسا کہ فرمانبرداری اطاعت ہے

نافرمانی جو حق شرعی کی طرف لوٹتی ہے وہ عقاب کے لیے سبب ہوگا اس کی تحقیق یہ ہے کہ اطاعت کا لازم ہونا محض مخاطب پر حکم دینے والے کی ولایۃ کے اعتبار سے ہوگا اسی وجہ سے جب امر کا صیغہ متوجہ ہوا اس شخص کی جانب جس پر تیری اطاعت اصلاً لازم نہیں تو یہ صیغہ امر اطاعت کو لازم کرنے والا نہیں ہوگا جب امر کا صیغہ متوجہ ہوا بندوں میں سے جس پر تیری اطاعت لازم ہے تو فوری طور پر اس کا فرمانبرداری کرنا لازم ہے حتی اگر اس نے فرمانبرداری کو ترک کیا تو وہ سزا کا شرعاً اور عرفاً مستحق ہوگا

اسی پر ہم نے جانا کہ فرمانبرداری کا لازم ہونا حکم دینے والے کی ولایت کے اعتبار سے ہوگا جب ثابت ہوا تو ہم کہتے ہیں بے شک اللہ پاک کی عالم کے اجزاء میں سے ہر جزء میں کامل ملکیت ہے اور اللہ پاک تصرف کرتا ہے جیسا چاہتا ہے جب ثابت ہو کہ بندے میں جس کی ملکیت کامل ہے فرمانبرداری کو ترک کرنا عقاب کے لیے سبب ہے تو تیرا کیا گمان ہے امر کو ترک کرنے میں جس نے تجھے عدم سے وجود بخشا اور تجھ پر نعمتوں کی بارش برسا دی۔

فصل في الأمر بالفعل

امر بالفعل تکرار کا تقاضا نہیں کرتا اسی وجہ سے ہم نے کہا۔
اگر مرد نے دوسرے مرد سے کہا "طلق امراتی" وکیل نے اس کی بیوی
کو طلاق دی پھر موکل نے مطلقہ سے نکاح کیا پس وکیل کے لیے
نہیں ہوگا کہ وہ پہلی حکم کی وجہ سے دوسری مرتبہ اسی کی بیوی کو طلاق دے

اگر مرد نے کہا: "زوجنی امراۃ" یہ شادی کروانا ایک کے بعد دوسری
شادی کو شامل نہیں ہوگا

اگر مولی نے اپنے غلام سے کہا "تزوّج" یہ حکم ایک کے بعد دوسری
مرتبہ کو شامل نہیں ہوگا

کیونکہ امر بالفعل فعل کے وجوب کو طلب کرتا ہے بسبیل الاختصار پس۔

بے شک "اضرب" کا قول "افعل فعل الضرب" کے قول سے
مختصر ہے کلام مختصر ہو اور طویل ہو حکم میں برابر ہوتا ہے

پھر مارنے کا حکم دینا ایک معلوم جنس کے تصرف کا حکم دینا ہے۔
اور اسم جنس کا حکم یہ ہے کہ وہ مطلق کے وقت ادنی کو شامل ہوتا ہے
اور تمام جنس کا بھی احتمال رکھتا ہے
اسی پر ہم نے کہا جب کسی نے قسم کھائی کہ وہ پانی نہیں پیئے گا تو پانی
سے ادنی قطرہ پینے سے بھی حانث ہو جائے گا اگر اپنے قول کے
ذریعے عالم کے تمام پانی کی نیت کی تو اس کی نیت کرنا درست ہے
اسی معنی کے پائے جانے کی وجہ سے ہم نے کہا جب شوہر نے اپنی بیوی سے کہا
"طلقی نفسک" بیوی نے کہا میں نے اپنی جان کو طلاق دی ایک طلاق
واقع ہوگی اگر شوہر نے "طلقی نفسک" کے ذریعے تین طلاق کی نیت
کی تو اس کی نیت کرنا درست ہوگی۔

اسی طرح جب شوہر نے غیر سے کہا "طَلِّقْهَا" ایک طلاق کو شامل ہوگا
مطلق کے وقت۔ اگر اس کے ذریعے تین کی نیت کی تو اس کی نیت
کرنا درست ہے۔ اور اگر دو کی نیت کی تو دو طلاق کی نیت کرنا
درست نہیں ہے مگر یہ کہ منکوحہ لونڈی ہو اور اگر منکوحہ لونڈی
کے حق میں دو طلاق کی نیت کی تو تمام جنس سے نیت ہوگی۔
جب مولی نے غلام سے کہا "تَزَوَّجْ" ایک عورت سے نکاح کرنے پر
واقع ہوگی اگر مولی نے دو کی نیت کی تو اس کی نیت کرنا درست ہے
کیونکہ یہ بندے کے حق میں کل جنس ہے۔
عبادت کے تکرار کی تفصیل اس پر نہیں آتی بے شک یہ چیزیں
حکم سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ اسباب عبادت کے تکرار سے جس
کے ذریعے وجوب ثابت ہوتا ہے
امر ادائیگی کو طلب کرنے کے لیے جو ذمے میں واجب ہوا گزشتہ سبب
کی وجہ سے نہ کہ وجوب کو ابتداً ثابت کرنے کے لیے۔
مرد کا کہنا اسی مرتبے میں ہوگا "أَدِّ ثَمَنَ الْمَبِيعِ وَأَدِّ نَفَقَةَ الزَّوْجَةِ"
مبیع کا ثمن ادا کر اور بیوی کا نفقہ ادا کر۔
جب عبادت وقت کے سبب کی وجہ سے واجب ہوئی تو امر متوجہ ہوا
ادائیگی کے لیے جو عبادت سے اس پر واجب تھی۔
پھر امر مطلق جب جنس پر مشتمل ہو تو ایسی جنس کو شامل ہوگا جس پر
تمام نمازیں واجب تھی۔
اس کی مثال جب کہا جائے بے شک ظہر کے وقت میں واجب ہونے والی وہ ظہر ہے
پھر امر متوجہ ہوگا اس ظہر کی واجب ادائیگی کے لیے

فصل في مطلق عن الوقت - مُقَيَّد بالوقت

مامور بہ (جس کام کے کرنے کا حکم دیا گیا ہو) کی دو قسمیں ہیں:

(1) مطلق عن الوقت
(2) مقید بالوقت

حکم: وقت سے مطلق کا حکم یہ ہے کہ ادائیگی واجب علی التراخی ہو ایسی شرط کے ساتھ کہ عمر میں وہ فوت نہ ہو جائے۔
اسی پر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
اگر کسی نے ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانگی تو نذر کے لیے جائز ہے کہ کسی بھی مہینے اعتکاف کر سکتا ہے۔
اسی طرح اگر کسی نے ایک مہینے کے روزے کی منت مانگی جس مہینے میں چاہے روزے رکھ سکتا ہے۔

زکوٰۃ اور صدقہ فطر اور عشر میں مذہب معلوم ہے کہ تاخیر کی وجہ سے مکلف نافرمان نہیں ہوگا۔ اور اگر نصاب ہلاک ہوا تو واجب ساقط ہو گیا۔ حالانکہ جب اس کا مال چلا گیا اور فقیر ہو گیا تو روزے کے ذریعے کفارہ ادا کرے گا۔
اسی پر اوقات مکروہہ میں نماز کی قضا واجب نہیں ہوتی کیونکہ جب مطلق قضاء واجب ہو تو قضاء کامل واجب ہوئی پس مکلف ناقص ادائیگی کی وجہ سے ذمہ داری سے نہیں نکلے گا
احمرار شمس کے وقت عصر کی نماز جائز ہے اور عصر کی قضا جائز نہیں قضاءً۔ اداءً

امر مطلق کا موجب وجوب ہے فی الفور اور فی الفور وجوب میں علماء امام کرخی کے ساتھ اختلاف ہے اور جلدی ادا کرنے میں اختلاف نہیں اور جلدی ادا کرنا مستحب ہے

موقت کی دو قسمیں ہیں

(1) وقت فعل کے لیے ظرف ہوتا ہو۔

(2) جس کے لیے وقت معیار بنتا ہو۔

(1) موقت جس کے لیے وقت ظرف بنے اس میں پورے وقت کو گھیرنے کی شرط نہیں ہوتی جیسا نماز۔ اسی نوع کے حکم میں سے یہ بھی ہے کہ وقت میں فعل کا واجب ہونا دوسرے فعل کے واجب ہونے کے منافی نہیں ہوتا اتنی ہی جنس سے حتیٰ اگر منت مانگی کہ ظہر کے وقت میں اتنی اتنی رکعت نماز پڑھے گا منت کو پورا کرنا لازم ہے۔

(2) پہلی نوع کے حکم میں سے کہ وقت میں نماز کا واجب ہونا وقت میں دوسری نماز کے صحیح ہونے کے منافی نہیں ہوتا حتیٰ اگر مکلف ظہر کے تمام وقت مشغول رہا ظہر کے علاوہ کے لیے جائز ہے اگرچہ نماز ظہر کو چھوڑنے سے گناہ گار ہوگا

(3) اس نوع کا حکم یہ ہے کہ مامور بہ معین نیت کے بغیر ادا نہیں ہو سکتا کیونکہ جب اس وقت اسکے غیر کی ادائیگی جائز ہے تو یہ معین فعل سے متعین نہیں ہوگا۔

(4) ان ضاق الوقت۔ اس سے مراد یہ ہے اگر وقت تنگ ہو اتنا ہی وقت موجود ہو جس میں مامور بہ کو ادا کیا جا سکتا ہے تو اس فعل یعنی مامور بہ کو ادا کرنے کے لیے نیت کی حاجت نہیں ہونی چاہیے
اس تنگ وقت میں ایسا نہیں ہوتا کہ مامور بہ کے مقابل جو ہے وہ اس تنگ وقت میں ناجائز نہیں ہوتے بلکہ مشروع رہتے ہیں ہو سکتا ہے تنگ میں مامور بہ کے علاوہ کی نیت کرلے تو تنگ وقت میں مامور بہ ادا نہیں ہوا۔

CS CamScanner

(۲) وقت سے موقت کی دوسری قسم (جس کے لیے وقت معیار بنتا ہو)
یہ روزے کی مثال بے شک روزہ وقت سے قائم ہوتا ہے اور
وہ دن ہے۔
اس کے حکم میں سے ہے کہ شریعت نے جب روزے کے لیے وقت معین کیا
اس وقت میں روزے کے علاوہ واجب نہیں ہوتا اور اس وقت میں
روزے کے علاوہ ادا کرنا جائز نہیں ہوتا حتیٰ کہ صحت مند ہو مقیم ہو
اور رمضان میں دوسرے واجب سے امساک کو واقع کرتا ہے تو روکنا
رمضان کے روزے سے واقع ہوگا نہ کہ جس کے لیے اس نے نیت کی۔

(۳) جب وقت میں مقابل ختم ہوا تو نیت کو متعین کرنے کی شرط ساقط ہوئی
یہ نیت کی شرط مقابلے کے ختم ہونے کی وجہ سے ہے نیت کو اصلاً ساقط
نہیں کرتی۔

(۴) کیونکہ کھانے پینے سے رکنا شرعاً روزہ نہیں ہوتا مگر نیت کے ساتھ
بے شک شرعاً روزہ کھانا پینا اور جماع سے رکنے کا نام ہے نیت کے
ساتھ دن میں۔

(۵) جب شریعت نے قضاء روزوں کے لیے وقت متعین نہیں کیا تو بے شک
بندے کے متعین کرنے سے روزوں کا وقت متعین نہیں ہوگا۔

(۱) جتنی بندے نے رمضان کی قضاء کے لیے کچھ ایام معین کیے تو
یہ ایام رمضان کی قضاء کے لیے معین نہیں ہونگے اور ان
ایام میں جائز ہے کفارے کے روزے، نفل روزے، اور ان ایام میں
رمضان کی قضاء بھی جائز ہے اور ان دنوں کے علاوہ میں بھی

(۲) اس نوع کے حکم میں سے یہ بھی ہے کہ روزے کی نیت کو متعین کرنا شرط ہے
مقابل نیت کے پائے جانے کی وجہ سے۔

(۳) اگر منت مانگی کہ معین دن روزہ رکھوں گا تو نذر درست ہوئی اور
اگر معین دن رمضان کی قضا سے یا قسم کے کفارے کا روزہ رکھا تو جائز ہے۔

(۴) جب خلع میں دونوں نے شرط لگائی کہ بیوی کے لیے نفقہ نہیں ہوگا اور نہ ہی رہائش۔
نفقہ ساقط ہوا نہ کہ رہائش کیونکہ شوہر کا عدت کے گھر سے بیوی کو نکالنے
پر قادر نہیں ہے کیونکہ رہائش عدت کے گھر میں ہوگی شریعت کا حق ہے
بس بندہ شریعت کے حق کو ساقط کرنے پر قادر نہیں ہے برخلاف نفقہ کے۔

فصل في الأمر بالشيء

کسی چیز کا حکم دینا مامور بہ کے اچھے ہونے پر دلالت کرتا ہے جبکہ حکم دینے والا حکیم ہو۔ اسلئے کہ امر اس چیز کے بیان کے لیے ہے کہ بے شک مامور بہ ان چیزوں میں سے ہے جس کے لیے ہونا مناسب ہے پس یہ مامور بہ کے اچھے ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔

پھر مامور بہ کے اچھے ہونے کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں

(1) حسن بنفسہ

(2) حسن لغیرہ۔

(1) حسن بنفسہ کی مثال: اللہ پاک پر ایمان لانا، نعمت دینے والے کا شکر ادا کرنا، سچ بولنا، انصاف کرنا، نماز پڑھنا اس کی مثل خالص عبادات۔

حکم: جب بندے پر اس کی ادائیگی واجب ہوگی تو ادا کرنے کے ساتھ ہی ادا ہوگا اور یہ ساقط ہونے کا احتمال نہیں رکھتی۔

جیسے اللہ پر ایمان لانا۔

بہر حال جو ساقط ہونے کا احتمال رکھتی ہیں پس وہ ادائیگی سے ساقط ہوگی یا حکم دینے والے کے ساقط کرنے سے۔

اسی پر ہم نے کہا جب اول وقت میں نماز واجب ہوئی تو واجب ادائیگی سے ساقط ہو جائے گا یا جنون، حیض، نفاس کے آخری وقت میں عارض ہونے سے ساقط ہو جائے گا اس اعتبار سے کہ شریعت نے ان عوارض کے وقت ساقط کر دیا ہے اور واجب وقت کے تنگ ہونے پانی کا نہ ہونا اور لباس کے نہ ہونے کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگی۔

(2) حسن لغیرہ: جو غیر کے واسطے سے حسن ہوتا ہے۔ اس کی مثال جمعہ کی طرف سعی کرنا، نماز کے لیے وضو کرنا۔

بے شک سعی کرنا جمعہ کی ادائیگی کی طرف لے جانے والے ہونے کے واسطے سے حسن ہے اور وضو نماز کے لیے مفتاح کی حیثیت رکھتا ہے۔

حکم: اس واسطے کے ساقط ہونے سے ساقط ہوتا ہے سعی واجب نہیں ہوگی جس پر جمعہ واجب نہیں اور جس پر نماز واجب نہیں اس پر وضو بھی واجب نہیں۔

اگر جمعہ کی طرف سعی کی پھر جمعہ قائم ہونے سے پہلے دوسری جگہ کوئی اٹھا کے لے گیا اس پر دوسری مرتبہ سعی کرنا واجب ہے اگر وہ جامع مسجد میں معتکف ہو تو اس سے سعی ساقط ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر وضو کیا پھر نماز جمعہ ادا کرنے سے پہلے حدث آگیا تو دوبارہ وضو کرنا واجب ہے اگر نماز کے وجوب کے وقت باوضو تھا اس پر نئے سرے سے واجب نہیں ہوگا وضو کرنا۔

بے شک حدود جرم سے تنبیہ کرنے کے واسطے سے حسن ہیں کفر کے شر کو دور کرنے اور کلمہ حق کو بلند کرنے کے واسطے سے جہاد حسن ہے۔

مقررات إدارة كنز المدارس

أُصُولُ الشَّاشِي

لنظام الدين أبي علي أحمد بن محمد بن إسحاق الشاشي
المتوفى سنة ٣٤٤هـ

مع حاشيته

أَحْسَنُ الحَوَاشِي

حصه دوم

تقديم
المدينة العلمية (دعوت اسلامی)
Islamic Research Center
R&D Kanz-ul-Madaris Board

مكتبة المدينة
MAKTABA TUL MADINAH
التابعة
لمركز الدعوة الإسلامية

CamScanner

فصل في النهي

نہی کی دو قسمیں ہیں

(1) افعال حسیہ سے نہی جیسے زنا کرنا، شراب پینا، جھوٹ بولنا، ظلم کرنا۔

(2) تصرفات شرعی سے نہی یوم نحر میں روزہ رکھنا، مکروہ اوقات میں نماز پڑھنے سے نہی، ایک درھم کی دو درھم کے بدلے بیع کرنا

(1) افعال حسیہ کا حکم: منھی عنہ (جس چیز سے روکا گیا ہو) وہ ذات جس پر نھی وارد ہوتی ہے وہ ذات شرعًا ناپسندیدہ ہوتی ہے وہ فعل اصلاً جائز نہیں ہوتا۔

تصرفات شرعی سے نھی کا حکم: منھی عنہ (جس چیز سے روکا گیا ہے) وہ غیر ہے جس کی طرف نھی کی اضافت ہوتی ہے منھی عنہ اپنی ذات کے اعتبار سے اچھی ہوتی ہے اور اپنے غیر کی وجہ سے شرعًا ناپسندیدہ ہوتی ہے اور اس فعل کو کرنے والا حرام لغیرہ کا مرتکب ہوتا ہے نہ کہ اپنی ذات کے اعتبار سے

سوال: النهي عن التصرفات الشرعية يقتضي تقريرها وضاحت کریں؟

اس سے مراد یہ ہے کہ تصرفات شرعی نھی کے وارد ہونے کے بعد بھی مشروع (جائز) رہتے ہیں جیسے نھی کے وارد ہونے سے پہلے مشروع تھے۔ کیونکہ اگر نھی کے وارد ہونے کے بعد مشروع نہیں ہوئے تو بندے کو مشروع کی تحصیل سے عاجز کرنا تھا اس وقت یہ نھی للعاجز ہوگا اور یہ شارع کی طرف سے محال ہے۔ جیسے ایک شخص ایک کام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا پھر اس کو اس کام سے روکنا یہ نھی للعاجز ہے

(1) امام اعظم کے نزدیک تصرفات نھی کے وارد ہونے سے پہلے مشروع تھے اسی طرح نھی کے وارد ہونے کے بعد مشروع رہتے ہیں۔

(2) امام شافعی کے نزدیک جس طرح افعال حسیہ کبھی بھی مشروع نہیں ہوتے اسی طرح افعال تصرفات بھی مشروع نہیں ہوتے۔

اسی سے مسائل تفریع پاتے ہیں۔
بیع فاسد کا حکم، اجارہ فاسد کا حکم، یوم نحر کو روزہ رکھنے کی منت کا حکم اور تمام تصرفات شرعی کا حکم تصرفات شرعی سے نہی کے وارد ہونے کے ساتھ

"البیع الفاسد یفید الملک عند القبض"

اس اعتبار سے کہ بیع فاسد بیع ہے اور ایسی بیع کو توڑنا واجب ہے حرام لغیرہ کا ارتکاب کرنے کے اعتبار سے
(ا) ہمارے نزدیک بیع فاسد ملکیت کا فائدہ دیتی ہے
(ب) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ملکیت کا فائدہ نہیں دیتی۔

برخلاف اس کہ مشرکہ عورت سے نکاح کرنا، باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا غیر کی معتدہ سے نکاح کرنا، محارم سے نکاح کرنا، بغیر گواہوں کے نکاح کرنا

اسلئے کہ نکاح کا موجب تصرف کا حلال ہونا اور نہی کا موجب تصرف کا حرام ہونا پس حلال اور حرام کو جمع کرنا محال ہے پس نہی کو نفی پر محمول کیا جائے گا۔
جیسے ولا تنکحوا المشرکات یہاں نہی کو نفی پر محمول کیا گیا ہے

(1) نفی میں کسی کام کے نہ ہونے کی خبر دی جاتی ہے اگر کوئی وہ کام کر بھی لے گا تب بھی نہیں ہو گا اسی طرح اگر کوئی مشرکہ عورت سے نکاح کر بھی لے گا تب بھی نہیں ہو گا۔
(2) نہی میں کسی کام سے روکا جا رہا ہوتا ہے اگر کوئی وہ کام کر لے تو وہ کام ہو جائے گا

بیع کا موجب ملک کا ثبوت اور نہی کا موجب تصرف کا حرام ہونا
ان دونوں کو جمع کرنا ممکن ہے بایں طور پر ملک کا ثابت ہونا
اور تصرف کا حرام ہونا کیا ایسا نہیں ہے کہ مسلمان کی ملک
میں انگور کا شیرہ شراب بن جائے اور مسلمان کی ملک میں باقی
رہتا ہے اور مسلمان کا شراب میں تصرف کرنا حرام ہوتا ہے

اسی پر ہمارے اصحاب نے فرمایا۔
یوم نحر کو روزہ رکھنے کی منت مانگتا اس کی منت مانگنا صحیح ہے
کیونکہ روزے کی منت مانگنا جائز ہے اسی طرح اگر کسی نے اوقات
مکروہہ میں نماز پڑھنے کی منت مانگی تو اس کی منت مانگنا صحیح ہے

اسلیئے کہ منت مانگنا عبادت مشروعہ کے ذریعے جس کو ہم نے ذکر کیا
کہ افعال شرعیہ سے نہی تصرف کے بقاء کو ثابت رکھتی ہے مشروع تھا۔

اسی وجہ سے ہم نے کہا: اگر کسی شخص نے اوقات مکروہ میں نفل نماز کو شروع
کیا تو شروع کرنے سے وجہ سے نفل لازم ہوئی پورا کرنے کی وجہ سے حرام کا
مرتکب ہونا ضروری نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ وہ صبر کرے حتی سورج
کے بلند ہونے اور غروب ہونے اور ڈھلنے کی وجہ سے بغیر کراہت
کے ساتھ مکمل ہو اور نماز حلال ہو جائے اسی وجہ سے عید کے دن روزہ
رکھنے کا فرق ہوا۔ امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اگر روزہ
شروع کر دیا تو اس کی قضا لازم نہیں ہے کیونکہ نحر کے دن روزے کو پورا
کرنا حرام ہے ارتکاب سے نہیں بچ سکتے۔

9 گندگی کے اعتبار سے حائضہ کے قریب جانے سے حائضہ سے وطی کرنا
منع ہے۔ اللہ پاک کا فرمان: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ
قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ
حَتّٰى يَطْهُرْنَ

حائضہ سے وطی کرنا منع ہے لیکن اگر کوئی کر لیتا ہے تو احکام مرتب ہو جائیں گے

اسی وجہ سے ہم نے کہا: حائضہ سے وطی کرنے پر احکام مرتب ہوتے ہیں حائضہ سے وطی کے ذریعے وطی کا مُحصن ثابت ہونا اور پہلے شوہر کے لیے بیوی کا حلال ہونا اور حائضہ سے وطی کے ذریعے کامل مہر کا حکم، عدت کا حکم اور نفقہ کا حکم ثابت ہوا۔

* اگر شوہر نے اپنی بیوی سے حالتِ حیض میں وطی کی پھر جب حالت حیض ختم ہو گئے حالت طہر آئے تو شوہر نے بیوی سے وطی کا ارادہ کیا بیوی نے کہا پہلے مہر ادا کر پھر وطی کرنا تو صاحبین کے نزدیک عورت نافرمان ہو گی اور نفقہ کی مستحق نہیں ہو گی

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نفقہ کی مستحق ہو گی اور نافرمان بھی نہیں ہو گی کیونکہ وہ اس کا حق ہے۔

* فعل کا حرام ہونا احکام کے مرتب ہونے کے منافی نہیں ہوتا جیسا کہ حائضہ کو طلاق دینا، مغصوبہ پانی سے وضو کرنا، مغصوبہ تیر سے شکار کرنا، مغصوبہ چھری سے ذبح کرنا، مغصوبہ زمین میں نماز پڑھنا، دوسری اذان کے وقت میں خرید و فروخت کرنا۔

دوسری مثال:

اللہ پاک کا فرمان: وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا.

بے شک فاسق گواہ کا اہل ہے تو فاسق کی گواہی سے نکاح منعقد ہو جائے گا نکاح کا گواہ بن سکتا ہے لیکن جھگڑا ہو اور عدالت میں اس کی گواہی قبول نہیں ہو گی کیونکہ نفی وارد ہے اس کی شہادت کو قبول کرنے میں۔

فصل في تعريف طريق المراد بالنصوص

وہ لفظ جس کا ایک حقیقی معنی ہو اور ایک مجازی معنی ہو تو حقیقی معنی پر عمل کرنا اولی ہے۔

اس کی مثال جو ہمارے علماء نے فرمایا۔

"البنت المخلوقة من ماء الزنا يحرم على الزاني نكاحها"
زنا کے پانی سے پیدا ہونے والی لڑکی۔ زانی پر اس سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حلال ہے۔
درست وہی ہے جو ہم نے کہا۔

"البنت" کے دو معنی ہیں (1) حقیقی (2) مجازی۔
(1) حقیقی معنی یہ ہے کہ وہ لڑکی اس آدمی کے نطفے سے پیدا ہوئی ہو نسب ثابت ہو یا نہ ہو۔
(2) مجازی معنی یہ ہے کہ وہ نسب اس آدمی سے ثابت بھی ہو۔

پس حقیقی معنی پر عمل کرنا اولی ہے۔
اللہ پاک کا فرمان حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ کے تحت داخل ہوگی۔
حرام ہوئی تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں۔

لفظ بَنَاتُكُمْ میں ہر کسی کی بیٹی شامل ہوگی چاہے اس بچی کا نسب باپ سے ثابت ہو یا باپ سے ثابت نہ ہو۔ چونکہ زنا سے پیدا ہونے والی بیٹی بھی حقیقی طور پر اس شخص کی ہی بیٹی ہے اس کے نطفے سے ہی پیدا ہوئی ہے لہذا زانی اس بچی سے نکاح نہیں کر سکتا۔

سوال: دونوں مذہبوں پر الگ احکام تفریع پاتے ہیں؟

وطی کا حلال ہونا عندہٗ لا عندنا
صبح کا واجب ہونا عندہٗ لا عندنا
نفقے کا لازم ہونا عندہٗ لا عندنا
وارثت کا جاری ہونا عندہٗ لا عندنا

ش: نصوص کی مراد کو پہچاننے کا دوسرا طریقہ

جب کسی نص میں دو احتمال ہو ایک میں تخصیص لازم آتی ہو اور ایک میں تخصیص لازم نہ آتی ہو تو نص کو اپنے احتمال پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے جس میں تخصیص لازم نہ آتی ہو

اس کی مثال اللہ پاک کے فرمان میں "أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ"

اگر لفظ ملامسہ کو جماع پر محمول کریں تو جماع کے پائے جانے کی تمام صورتوں میں نص پر عمل ہو جائے گا لہٰذا وضو ٹوٹ جائے گا۔

اگر لفظ ملامسہ کو ہاتھ سے چھونے پر محمول کیا جائے تو بعض صورتوں میں اس کے معنی پر عمل ہو گا اور بعض صورتوں میں اس کے معنی پر عمل نہیں ہو گا تو نص اکثر صورتوں میں خاص ہو جائے گی۔

محرم کو چھونا اور چھوٹی بچی کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا امام شافعی کے دو قول کے مطابق

دونوں مذہبوں پر الگ الگ احکام تفریع پاتے ہیں ہاتھ سے چھونے کے ساتھ۔

اگر کسی شخص نے وضو کرکے کسی غیر محرم کو ہاتھ سے چھو لیا امام شافعی کے نزدیک نماز جائز نہیں ہوتی۔ اسی طرح مصحف کو چھونا یا سجود عندنا لاعندہٗ امامت کا درست ہونا، امامت کا جائز ہونا نماز کے درمیان مس کا یاد آنا۔

3) **لفظ مشترک کی مراد کو پہچاننے کا تیسرا طریقہ**

جب کسی نص کو دو قراءتوں کے ساتھ قراءت کیا جاتا ہو یا دو روایات کے ساتھ روایت کیا جاتا ہو تو نص کو ایسی صورت پر معمول کرنا کہ دونوں صورتوں پر عمل ہو جائے۔

اس کی مثال اللہ پاک کے فرمان میں "وَأَرْجُلَكُمْ"

(1) أَرْجُلَكُمْ کو جب نصب کے ساتھ پڑھا جائے گا تو عطف کیا جائے گا مغسول پر یعنی وُجُوهَكُمْ پر

(2) اور جب جر کے ساتھ پڑھا جائے أَرْجُلِكُمْ تو عطف ہوگا اعضائے ممسوحہ پر یعنی رُءُوسِكُمْ پر

اور جر کی قراءت کو موزے پہننے کی حالت پر معمول کیا جائے گا۔
اور نصب کی قراءت کو موزے نہ پہننے کی حالت پر معمول کیا جائے گا۔

اسی معنی کا اعتبار کرتے ہوئے بعض نے کہا! موزوں پر مسح کا جواز کتاب اللہ سے ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح اللہ پاک کا فرمان "حَتّٰی یَطْھُرْنَ"

ایک قراءت تشدید کے ساتھ ہے اور ایک تخفیف کے ساتھ۔ امام اعظم کے نزدیک اس آیت پر اس طرح عمل کیا جائے گا کہ دونوں قراءتوں پر عمل ہو جائے۔

(1) تخفیف کی قراءت پر عمل کیا جائے گا جب حیض کے دن دس ہوں۔
(2) تشدید کی قراءت پر عمل کیا جائے گا جب حیض کے دن دس سے کم ہوں۔

اسی پر ہمارے اصحاب نے کہا جب حائضہ کا خون دس دن سے کم پر ختم ہوا تو حائضہ سے وطی کرنا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ وہ غسل کرے۔ اسلئے کہ کمال طہارت غسل سے ثابت ہوتی ہے ایک عبارت کو "یَطَّھَّرْنَ" پر محمول کیا جائے گا۔

جب حائضہ کا خون دس دن پر ختم ہوا تو غسل سے پہلے وطی کرنا جائز ہے اس لیے کہ مطلق طہارت خون کے ختم ہونے سے ثابت ہوتی ہے۔

جب حیض کا خون دس دن میں رکے اور نماز کا آخری وقت ہو تو فرض اس پر لازم ہوگی اگر چہ اتنا وقت نہ ملا جس میں وہ غسل کر سکے۔

جب حیض کا خون دس دن سے کم میں رکا تو اتنا وقت باقی ہے کہ غسل کرے اور تحریمہ کہہ لے تو نماز لازم ہے ورنہ نہیں

کمزور استدلال

(1)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ انہٗ قاء فلم یتوضأ

اس سے ثابت ہوا ہے قے ناقض وضو نہیں ہے یہ بات ضعیف ہے کیونکہ حدیث فعلی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قے فوراً وضو کو واجب نہیں کرتی اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں محض اختلاف تو اس کے ناقض وضو ہونے کے بارے میں ہے۔

(2)

اللہ پاک نے فرمایا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ

پانی میں مکھی کے مر جانے کی وجہ سے پانی کے فاسد ہونے کو ثابت کرتی ہے اور یہ بات ضعیف ہے کیونکہ آیت مردار کی حرمت کو ثابت کرتی ہے اس میں اختلاف نہیں محض اختلاف پانی کے فاسد ہونے میں ہے

(3)

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حتیہ ثم اقرصیہ ثم اغسلیہ بالماء۔

یہ بات ثابت ہے کہ سرکہ نجاست کو زائل نہیں کرتا اور یہ بات ضعیف ہے اسلئے کہ خبر (حدیث) پانی سے خون کو دھونے کا تقاضا کر رہی ہے جگہ پر خون کے پائے جانے کی حالت پر مقید کرتا ~~ہے~~ اس میں اختلاف نہیں محض اختلاف سرکہ کے ذریعے خون کے زائل ہونے کے بعد جگہ کے پاک ہونے میں ہے۔

(4) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فی اربعین شاۃ شاۃ۔ قیمت دینے کے عدم جواز کو ثابت کرتی ہے اور یہ بات ضعیف ہے کیونکہ (خبر) حدیث بکری کے واجب ہونے کا تقاضا کرتی ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں محض اختلاف قیمت کی ادائیگی سے واجب زکوۃ کے ساقط ہونے میں

(۵) اللہ پاک کا فرمان ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾

ابتداءً عمرے کے واجب ہونے کو ثابت کرتی ہے کیونکہ آیت مبارکہ عمرے کے پورے کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور یہ مکمل کرنا محض عمرے کے شروع کرنے کے بعد ہوگا اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں محض اختلاف ابتداءً عمرے کے واجب ہونے میں ہے

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لا تبیعوا الدرھم بالدرھمین

ولا الصاع بالصاعین۔

بیع فاسد ملکیت کا فائدہ نہ دینے کو ثابت کرتی ہے اور یہ بات ضعیف ہے کیونکہ حدیث بیع فاسد کے حرام ہونے کا تقاضا کرتی ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں محض اختلاف ملکیت کے ثابت ہونے یا نہ ہونے میں ہے۔

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ألا لا تصوموا في هذه الأيام

فإنها ايام أكل وشرب وبعال۔

یوم نحر کے دن روزہ رکھنے کی منت ماننا درست نہیں ہے اور یہ بات ضعیف ہے کیونکہ نص حرمتِ فعل کا تقاضا کرتی ہے اور نحر کے دن روزے کے حرام ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں محض اختلاف نحر کے دن روزے کے حرام ہونے کے باوجود احکام کے ثابت ہونے میں ہے۔ اور حرمتِ فعل احکام کے مرتب ہونے کے منافی نہیں ہوتا۔

(۷) اگر باپ نے اپنے بیٹے کی لونڈی سے بچہ جنا باپ کا اپنے بیٹے کی لونڈی سے وطی کرنا حرام ہے لہذا وطی کے ذریعے سے باپ کی ملکیت ثابت ہو جائے گی۔

(2) اگر مغصوبہ چھری سے بکری کو ذبح کیا مغصوبہ چھری سے بکری کو ذبح کرنا حرام ہے ذبیحہ کو کھانا حلال ہو گا۔

(3) اگر نجس کپڑے کو دھویا مغصوبہ پانی کے ساتھ یہ فعل کرنا حرام ہے لہذا کپڑا پاک ہو جائے گا۔

(4) اگر حیض کی حالت میں عورت سے وطی کی تو وطی کرنا حرام ہے لہذا حیض میں وطی کرنے سے واطی کا محصن ہونا ثابت ہوتا ہے لہذ پہلے شوہر کے لیے حلالہ ثابت ہو گا۔

فصل في تقرير حروف المعاني

(الواو)

(1) امام اعظم کے نزدیک واو مطلق جمع کے لیے آتا ہے۔

(2) امام شافعی کے نزدیک جمع مع ترتیب کے لیے آتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ نے فرمایا: اللہ پاک کا فرمان فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ - ا
اسی پر وضو کے باب میں ترتیب کو واجب قرار دیا ہے۔

ہمارے علماء رحمۃ اللہ نے فرمایا
جب شوہر نے اپنی بیوی سے کہا: ان کَلَّمْتِ زیدًا وعمرًا فانتِ طالقٌ.
اگر تو نے زید اور عمرو سے بات کی تو طلاق والی ہے۔

عورت نے عمرو سے بات کی پھر زید سے بات کی طلاق واقع ہو جائے گی۔
کیونکہ واو میں ترتیب اور فوراً کی شرط نہیں ہے۔

اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا إن دخلت ھذہ الدار وھذہ الدار فانت طالق
اگر تو اس گھر میں اور اس گھر میں داخل ہوئی تو طلاق والی ہے

عورت پہلے دوسرے گھر میں داخل ہوئی پھر پہلے گھر میں داخل ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی۔

دونوں مثالوں سے معلوم ہوا کہ واؤ مطلق جمع کے لیے نہ کہ واؤ مع ترتیب جمع کیلئے

امام محمد رحمۃ اللہ نے فرمایا
جب شوہر نے اپنی بیوی سے کہا
إن دخلت الدار وأنتِ طالق
اگر تو گھر میں داخل ہوئی اور تو طلاق والی ہے۔

فوراً طلاق واقع ہو جائے گی اگر (واؤ) ترتیب کا تقاضا کرتا تو طلاق دخول دار پر معلق ہوتی نہ کہ فوراً واقع ہوتی۔

اور کبھی کبھی واؤ حال کے لیے آتا ہے اور یہ اس کا مجازی معنی ہے۔

وہ حال اور ذوالحال کو جمع کرے گا اس وقت وہ شرط کے معنی کا فائدہ دیگا۔

اسی کی مثال جب ماذول کے بارے میں اس کے آقا نے کہا۔
أدِّ إليَّ ألفا وأنتَ حُرٌّ
تو مجھے ایک ہزار دے اس حال میں تو آزاد ہے

ادا کرنا شرط ہے آزادی کے لیے۔

امام محمدؒ نے السیر الکبیر میں فرمایا۔

(1) جب بادشاہ نے کفار سے کہا۔

افتحوا الباب وانتم آمنون

دروازہ کھولو اس حال میں تم امن والے ہوگے

دروازہ نہ کھولنے کی وجہ سے امن والے نہیں ہونگے

(2) جب بادشاہ نے حربی سے کہا۔

إنزل وأنت آمن.

نیچے اُتر اس حال میں تو امن والا ہوگا۔

نیچے نہ اُترنے کی وجہ سے امن والا نہیں ہوگا۔

معنی مجازی کے لیے دو شرطیں ہیں۔

(1) لفظ جس محل میں استعمال ہو وہ لفظ معنی مجازی کی صلاحیت رکھتا ہو۔

(2) معنی حقیقی کے چھوڑنے پر کوئی دلیل موجود ہو۔

دونوں شرطیں پائی جائیگی تو ہی مجازی معنی لیا جائے گا۔

جیسے آقا کا اپنے غلام سے کہنا أدِّ إليَّ ألفًا وأنت حُرٌّ

تو آزادی ہزار کی ادائیگی کے وقت ثابت ہوگی

لہذا اس مثال میں واو حالیہ ہے جو شرط کا معنی دے رہا ہے (پہلی شرط)

اس پر دلیل قائم ہے غلام میں ملکیت کے پائے جانے کے ساتھ آقا اپنے غلام پر مال لازم نہیں کر سکتا۔ تو تعلیق دشوار ہے لہذا تعلیق جیسے ہی محمول کیا جائے گا۔ (دوسری شرط)

CamScanner

(3) اگر مرد نے اپنی بیوی سے کہا: أنت طالق وأنت مریضة أو مصلية۔

فوراً طلاق واقع ہو جائے گی اگر طلاق کو معلق کرنے کی نیت کی تو
اس کی نیت کرنا اس کے اور اللہ کے درمیان دیانۃ (درست) ہے
اگر لفظ حال کے معنی کا احتمال رکھتا ہو مگر ظاہر حال کے معنی کے خلاف ہے

(4) اگر رب المال نے کہا: خُذ هذه الألف مضاربة واعمل بها في البز

یہ ایک ہزار کو مضاربہ کے طور پر اور اس کے ذریعے
کپڑوں کا کام کرو۔

کپڑے کا کام کرنے میں عمل کو مقید نہیں کیا جائے گا اور مضاربہ عام ہوگی۔
کیونکہ کپڑوں کے کام کرنے میں واو حالیہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا
عطف کے صحیح ہونے کے لیے تو کلام کو اس فعل کے ساتھ مقید نہیں کیا جائے گا۔

(5) جب بیوی نے اپنے شوہر سے کہا: طلقني ولك ألف۔

شوہر نے اس کو طلاق دی تو شوہر کے لیے بیوی پر کوئی شئ بھی واجب نہیں ہوگی
کیونکہ بیوی کا قول ولك الف حال کا فائدہ نہیں دے رہا بیوی پر
ہزار کے واجب ہونے کو اور بیوی کا کہنا طلقني فعل کے وقوع کو طلب کرنا
ہے مطلقاً جو اس کا فائدہ دے رہا ہے اس کے ذریعے عمل کو ترک نہیں
کیا جائے گا۔ برخلاف اس قول کے احمل هذا المتاع ولك درهم
کیونکہ اجارے کی دلالت عمل کو روکتی ہے لفظی حقیقت سے۔

فصل في الفاء

فاء تعقیب مع وصل کے لیے آتا ہے اسی وجہ سے جزاء اول میں
استعمال ہوتا ہے اس لیے کہ جزاء شرط کے بعد آتی ہے

(4) ہمارے اصحاب نے فرمایا۔ جب بائع نے کہا بعتُ منك هذا العبد بألف.
میں نے تجھے یہ غلام ایک ہزار کے بدلے بیچا
(ضرورتًا)

مشتری نے کہا فهو حرٌّ۔ اس کا یہ کہنا اقتضاءً بیع کو قبول کرنے کے لیے ہوگا
بیع کے فورًا بعد مشتری سے آزادی ثابت ہو جائے گی

برخلاف اس کا کہنا وهو حرٌّ یا هو حرٌّ یہ بیع کو رد کرنے کے لیے ہوگا۔

دوسری مثال:
جب کسی نے درزی سے کہا أنظر إلى هذا الثوب أيكفيني قميصا.
تو اس کپڑے کو دیکھو کیا میری قمیص کے لیے کافی ہے

درزی نے دیکھا اور کہا جی (کافی ہے) پس کپڑے والے نے کہا فاقطعه تو اس کو کاٹ لے
چنانچہ درزی نے وہ کپڑا کاٹ لیا۔ جب اس کو کاٹا تو کپڑا قمیص کے لیے کافی
نہیں تھا تو درزی ضامن ہوا۔ اس لیے کہ کپڑے والے نے کفایت کے بعد
کاٹنے کا حکم دیا تھا

برخلاف اس کا کہنا اقطعه یا واقطعه اگر یہ کہتا تو درزی ضامن نہیں ہوتا۔
تو اس کو کاٹ — اور تو اس کو کاٹ

دوسری مثال

اگر کپڑے والے نے کہا بعتُ منك هذا الثوب بعشرة فاقطعه
میں نے تجھے یہ کپڑا دس درھم کا بیچا تو تو اس کو کاٹ لے۔

درزی نے کپڑا کاٹا اور کچھ نہیں کہا درزی تو یہ بیع تام ہے

تیسری مثال

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا ان دخلت هذا الدار فهذا الدار فأنت طالق

طلاق واقع ہونے کے لیے شرط ہے کہ پہلے گھر میں داخل ہونے کے بعد متصلاً ہی
دوسرے گھر میں داخل ہو۔
حتی کہ اگر عورت دوسرے گھر میں پہلے داخل ہوئی پھر پہلے گھر میں داخل ہوئی
تو طلاق واقع نہیں ہوگی
اسی طرح اگر پہلے گھر میں داخل ہوئی پھر کچھ دیر بعد دوسرے گھر میں
داخل ہوئی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اور کبھی کبھی فاء علت بیان کرنے کے لیے آتا ہے یہ مجازی معنی ہے

اس کی مثال جب آقا نے اپنے غلام سے کہا۔
أدِّ إليَّ ألفًا فأنت حُرٌّ
مجھے ایک ہزار دے اس لیے کہ تو آزاد ہے

غلام فوراً آزاد ہو جائے اگرچہ کسی چیز کو ادا نہ کیا ہو

اسی طرح مسلمان نے حربی سے کہا انزل فأنت آمن۔
نیچے اُتر اس لیے کہ تو امن والا ہے
حربی امن والا ہے اگرچہ نیچے نہ اُترا ہو۔ (فاء کا مابعد علت اور ماقبل حکم ہے)

تفصیل
اول انشاء ہے
ثانی خبر ہے —
ای ہے
معنوی
اپنے غلام پر
ہزار کا لازم
کرنا خود پر
لازم کرنا ہے

انشاء خبریہ

شوہر نے کسی شخص سے کہا 'امرُ امرأتي بيدك فطلقها'
میری بیوی کا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہیں تو اسے طلاق دے

اس شخص نے اس کی بیوی کو مجلس میں طلاق دے دی تو طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی شوہر کا دوسرا قول فطلقها ایسی طلاق کا دلیل بتاتا نہیں ہے جو پہلی طلاق کے علاوہ ہو نہیں گویا کہ اس نے ایسا کہا کہ اس کو طلاق دے دے اسی وجہ سے اس کا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے
اس مثال میں فاء کا ماقبل علت اور ما بعد حکم ہے فاء کا ماقبل کنایہ ہے اور کنایہ سے بائنہ واقع ہوتی ہے

(۲) ولو قال: "طلِّقها فجعلتُ امرها بيدك"
میری بیوی کو طلاق دے اس لیے کہ میں نے اس کا معاملے تیرے ہاتھ میں دے دیا
اُس نے اسی مجلس میں طلاق دے دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی
اس مثال میں فاء کا ماقبل حکم اور ما بعد علت ہے۔

(۳) ولو قال: طلقها وجعلتُ امرها بيدك
تو میری بیوی کو طلاق دے دے اور میں نے اس کا معاملہ تیرے ہاتھ میں دیا

آدمی نے اس کی بیوی کو مجلس میں طلاق دی تو دو طلاق بائن واقع ہوگی یہاں واو عطف کے لیے یعنی واو کا ماقبل ایک کلام اور مابعد دوسرا کلام لہذا دو طلاق واقع ہوگی اور وہ بائن کیونکہ ایک رجعی اور دوسری بائن اور طلاق بائن سے لوٹا نہیں جاتا لہذا دونوں رجعی ہو جائیگی۔

وکذلک لو قال: طلقها وأبنها أو أبنها و طلقها
اسی طرح اگر کہا تو اس کو طلاق دے اور بائنہ کر دے یا کہا تو اس کو بائنہ کر دے اور اس کو طلاق دے
دو طلاق واقع ہو نگی اور دونوں بائنہ واقع ہو نگی

ہمارے اصحاب رحمہم اللہ نے فرمایا۔
جب منکوحہ لونڈی کو آزاد کیا تو
منکوحہ لونڈی کو اختیار ہے چاہیے اس کا شوہر غلام ہو یا آزاد ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے فرمایا جب انہیں آزاد کیا گیا۔
ملکت بضعک فاختاری

حضرت بریرہ رضی اللہ تعالی عنہا کے لیے خیار ثابت ہوا کیونکہ آزادی
کے سبب وہ اپنی بضع کی مالک ہو گئی اور حضرت بریرہ رضی اللہ تعالی عنہا
بضع کی ملک کے ثابت ہونے کی وجہ سے۔ شوہر کا غلام ہونا یا آزاد ہونے
کے درمیان کوئی فرق نہیں ہو گا۔

فصل في 'ثم'

"ثم" مہلت کے لیے آتا ہے

(1) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "ثم" لفظ اور حکم میں مہلت کا فائدہ دیتا ہے

(2) صاحبین فرماتے ہیں کہ حکم میں مہلت کا فائدہ دیتا ہے نہ کہ لفظ میں۔

اس کی وضاحت اس اختلاف میں جب شوہر نے غیر مدخول بہا سے کہا 'إن دخلت الدار فأنت طالق ثم طالق ثم طالق'

(1) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی طلاق دخول دار پر معلق ہوگی اور دوسری طلاق فوراً ہو جائے گی اور تیسری طلاق لغو ہو جائے گی کیونکہ ایک طلاق کے بعد غیر مدخول بہا مزید طلاق کا محل نہیں رہتی وہ بائنہ ہو جاتی ہے اگرچہ صریح طلاق دی ہو۔

(2) صاحبین کے نزدیک تمام طلاق دخول دار پر معلق ہوگی پھر دخول کے وقت ترتیب ظاہر ہوگی اور ایک ہی طلاق واقع ہوگی کیونکہ غیر مدخول بہا ہے۔

اسی طرح اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا۔
'أنت طالق ثم طالق ثم طالق إن دخلت الدار'

(1) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی طلاق فوراً واقع ہو جائے گی اور دوسری اور تیسری لغو ہو جائے گی کیونکہ امام اعظم کے نزدیک "ثم" لفظ اور حکم دونوں میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے گویا کہ وہ "أنت طالق" کہہ کر چپ ہو گیا۔

(2) صاحبین کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی دخول دار پر کیونکہ صاحبین کے نزدیک لفظ میں تراخی کا فائدہ نہیں دیتا گویا کہ یہ پورا ایک ہی جملہ ہے۔

اگر بیوی مدخول بھا ہو اور شوہر نے شرط کو مقدم کیا اور کہا
"ان دخلت الدار فانت طالق ثم طالق ثم طالق"

(۱) امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک پہلی طلاق دخول دار پر معلق ہوگی اور دونوں طلاق فوراً واقع ہو جائینگی کیونکہ امام اعظم کے نزدیک ثم تراخی فی الفعل ہے گویا کہ وہ ان دخلت الدار فانت طالق کہہ کر رک گیا۔

(۲) اگر شرط کو مؤخر کیا اور کہا "انت طالق ثم طالق ثم طالق ان دخلت الدار"

(۱) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی دونوں فوراً واقع ہو جائینگی اور تیسری طلاق دخول دار پر معلق ہوگی کیونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک متراخی فی الفعل ہے۔ گویا کہ اس کا پہلے کہا "انت طالق ثم طالق" پھر خاموش رہا اور پھر کہا "ثم طالق ان دخلت الدار"

(۲) صاحبین کے نزدیک دونوں مثالوں میں تمام طلاق دخول دار پر معلق ہونگی کیونکہ صاحبین کے نزدیک "ثم" تراخی فی الفعل کا فائدہ نہیں دیتا۔

فصل فی 'بل'

'بل' غلطی کے ازالے کے لیے آتا ہے دوسرے کو پہلی کی جگہ قائم کرتے ہوئے
جب شوہر نے اپنی غیر مدخول بھا بیوی سے کہا۔
"انت طالق واحدۃ لا بل ثنتین"

ایک طلاق واقع ہوئی کیونکہ شوہر کا کہنا لا بل ثنتین کے ذریعے پہلی طلاق سے رجوع کرنا ہے یعنی دوسرے کو پہلی کی جگہ قائم کرتے ہوئے

شوہر کا پہلی طلاق سے رجوع کرنا درست نہیں ہے پس پہلی طلاق
واقع ہو جائے گی پھر اس کا قول تنتین کے وقت طلاق کا محل ثابت نہیں
ہوتا اور اگر عورت مدخول بھا ہوئی تو تینوں طلاق واقع ہو جائی۔

(1) انشاء: کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا (اس میں غلطی کا ازالہ نہیں ہوتا)
(2) خبر: جو چیز واقع ہو چلی ہو اس کی خبر دینا (خبر میں غلطی کا ازالہ ہو سکتا ہے)

لہذا "أنت طالق" یہ انشاء ہے کیونکہ عدم سے وجود میں آیا ہے۔
جو چیز عدم سے وجود میں آئے اس میں غلطی کا ازالہ نہیں ہو سکتا
اگر وہ شوہر أنت طالق سے رجوع کرے تو اس کا رجوع کرنا
درست نہیں۔

برخلاف اس کے اگر کسی شخص نے فلاں سے کہا۔
عليّ ألف لا بل ألفان

(1) ہمارے نزدیک تین ہزار واجب نہیں ہوں گے۔ بلکہ دو ہزار ہوں گے۔
(2) امام زفر فرماتے ہیں تین ہزار واجب ہوں گے۔

ہمارے نزدیک دو ہزار اس طور پر واجب ہو رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا فرمان "المرءُ يؤخذُ بإقرارِہ": آدمی اپنے اقرار کی وجہ سے ماخوذ ہوتا ہے۔
اور عليّ ألف یہ خبر ہے اور خبر سے رجوع ہو سکتا ہے لیکن حدیث
پاک کی وجہ سے اس سے رجوع نہیں ہو سکتا تو ایک ہزار عليّ ألف سے
واجب ہوں گے اور لا بل ألفان میں سے ایک ہزار لازم ہوں گے یعنی وہ
اپنے لیے دو ہزار کو لازم کر رہا ہے اس صورت میں دونوں پر عمل ہو رہا ہے

کیونکہ لفظ بل کی حقیقت غلطی کا ازالہ کرنا ہے دوسرے کو پہلے کی جگہ قائم کرتے ہوئے اور پہلے اقرار کو باطل کرنا درست نہیں ہے دوسرے کو صحیح کرنا پہلے کو ثابت رکھنے کے ساتھ اس طور پر کہ پہلے اقرار پر دوسرے اقرار کی زیادتی کی جائے گی۔

برخلاف اس قول کے أنت طالق واحدة لا بل ثنتين کیونکہ یہ انشاء ہے اور وہ خبر یعنی عليّ الف لا بل ألفان اور غلطی محض خبر میں ہوتی ہے نہ کہ انشاء میں۔ پس غلطی کا تدارک کرکے لفظ کی تصحیح اقرار میں ممکن ہے نہ کہ طلاق میں حتیٰ اگر طلاق خبر دینے کے طریقے پر دی شوہر کا کہنا "كنت طلقتك امس واحدة لا بل ثنتين" تو دو طلاق واقع ہونگی جس کو ہم نے ذکر کیا

فصل في "لكن"

لکن: استدراک کے لیے آتا ہے جس کا معنی گزشتہ کلام میں پیدا ہونے والے وہم کا ازالہ کرنا۔

حکم: لکن اپنے مابعد کو ثابت کرتا ہے اور ماقبل کی نفی تو اپنی دلیل یعنی حرف نفی سے ہوگی۔

استعمال: لکن کے استعمال کی دو صورتیں ہیں:

(1) مفرد کا عطف مفرد پر
(2) جملے کا عطف جملے پر

(1) اگر مفرد کا عطف مفرد پر ہو تو (لکن) کے استعمال کی صورت یہ ہے کہ لکن سے پہلے نفی ہو۔

(2) جملے کا عطف جملے پر ہو تو (لکن) منفی اور مثبت دونوں جملوں پر آسکتا ہے

لیکن استدراک اس وقت ہو گا جبکہ کلام ملا ہو اور ملا ہونے کے لیے
دو شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔

1) ماقبل مابعد سے ملا ہو

2) ماقبل اور مابعد کا محل الگ الگ ہو۔

ملے ہونے کی مثال جو امام محمد علیہ رحمۃ نے جامع الکبیر میں ذکر کی
جب مقر نے کہا لفلان علي ألف قرض
فلاں کے مجھ پر ایک ہزار ہیں بطور قرض
دوسرے نے فوراً کہا لا ولکنہ غصب نہیں لیکن وہ غصب کے ہیں دونوں شرطیں
پائی جا رہی ہیں ماقبل مابعد سے ملا ہوا ہے یعنی جب اس نے اقرار کیا تو
جیسے ہی اس کا کلام ختم ہوا دوسرے نے کہا نہیں لیکن وہ غصب کے ہیں یہ پہلی
شرط ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ ماقبل اور مابعد کا محل الگ الگ ہو
ماقبل میں اثبات ہے اور مابعد میں نفی۔ اس لئے کہ کلام متسق ہے
پس یہ ظاہر ہوا کہ نفی سبب میں ہے نہ کہ نفس مال میں۔

اسی طرح اگر کہا لفلان علي ألف من ثمن هذه الجارية۔
فلاں کے مجھ پر ایک ہزار ہیں اس لونڈی کے ثمن سے
دوسرے نے فوراً کہا لونڈی تو تیری ہی ہے لیکن میرے تجھ پر ایک ہزار ہیں بطور قرض
تو مال لازم ہو جائے پس ظاہر ہو گیا کہ نفی سبب میں ہے نہ کہ اصل مال میں

اگر شخص کے قبضے میں غلام تھا پس اس نے کہا هذا لفلان یہ غلام فلاں کا ہے
دوسرے نے فوراً کہا ما كان لي قط ولكنه لفلان آخر، یہ غلام میرا
کبھی نہیں تھا لیکن وہ دوسرے شخص کا ہے۔ اگر کلام متصل تھا یعنی قط
کے بعد والا جز بھی ایک ساتھ بولا تو غلام تیسرے بندے کا ہو گا اور
اگر قط تک کلام کیا پھر خاموش ہو گیا پھر تھوڑی دیر بعد کہا ولكنه لفلان آخر
یہ کلام کو جدا کر کے بول رہا ہے نفی کا تعلق اثبات کے ساتھ نہیں ہو گا
یہ کلام مستانفہ ہے اور ایک آدمی کسی دوسرے کے لیے غلام ہونے کی گواہی دے رہا ہے ایک ہی
[illegible] لہذا غلام پہلے آدمی کا ہی رہے گا۔

اگر باندی نے اپنے مولی کی اجازت کے بغیر سو درہم میں اپنا نکاح کر لیا
پس مولی نے کہا میں سو درہم کے بدلے نکاح کی اجازت نہیں دیتا
لیکن ایک سو پچاس کے بدلے اس کی اجازت دیتا ہوں تو عقد باطل ہو جائے
گا اس لیے کہ مولی کا کلام متسق نہیں ہے اس لیے کہ اجازت کی
نفی اور بعینہ اسی کا اثبات متحقق نہیں ہو سکتا پس مولی کا
قول لکن اجیزہ عقد کو رد کرنے کے بعد ثابت کرتا ہے۔

اسی طرح اگر مولی نے کہا: میں عقد کی اجازت نہیں دیتا لیکن اگر تو
میرے لیے سو پر پچاس کی زیادتی کر دے تو میں اس کی اجازت
دیتا ہوں تو یہ نکاح کو فسخ کرتا ہو گا بیان کا احتمال نہ ہونے
کی وجہ سے اس لیے کہ بیان کی شرط اتساق ہے اور یہاں اتساق
نہیں ہے۔

فصل في أَوْ

أَوْ مذکورین میں سے کسی ایک کو شامل کرنے کے لیے آتا ہے
اگر مولی نے اپنے غلام سے کہا هذا حُرٌّ أَوْ هذا۔ یہ مولی کا قول
احدھما حُرٌّ کے مرتبے میں ہو گا حتی مولی کو بیان کا اختیار ہو گا۔

اگر مولی نے دو مردوں سے کہا: وَكَّلْتُ بِبَيْعِ هذا العبد هذا أَوْ هذا
میں نے اس غلام کو بیچنے کا اس کو یا اس کو وکیل بنایا تو ان دونوں
میں سے کوئی ایک وکیل ہو گا اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے بیچنا
جائز ہے اگر ان دونوں میں سے کسی ایک نے غلام کو بیچ دیا
پھر غلام موکل کی ملک کی طرف دوبارہ لوٹ آیا پس دوسرے
وکیل کے لیے نہیں ہو گا کہ وہ دوبارہ غلام کو بیچ دے کہ میں نے
نہیں بیچا تھا تو میں بیچ دیتا ہوں یہ درست نہیں ہے۔

اگر شوہر نے اپنی تینوں بیویوں سے کہا: ھذہٖ طالق اَوْ ھذہٖ و ھذہٖ.
طلاق پہلی دو میں سے کسی ایک کو اور تیسری کو فوراً طلاق واقع ہو جائے گی
شوہر کو پہلی دونوں کے معاملے میں اختیار رہے گا گویا کہ اس مرد نے
یوں کہا: احداکما طالق وھذہٖ.

اسی پر امام محمد نے فرمایا: لا اُکلّم ھذا اَوْ ھذا و ھذا
گویا کہ اس کا قول لا اُکلّم احد ھذین و ھذا کے درجے میں ہو گا.
جب پہلے دو میں سے کسی ایک سے اور تیسری سے بات نہیں کی تو حانث
نہیں ہو گا.

ہمارے نزدیک اگر پہلے سے کلام کر لیا تو حانث ہو جائے گا اور
اگر آخری دو میں سے کسی ایک کے ساتھ کلام کیا تو حانث نہیں ہو گا
جب تک آخری دو سے کلام نہ کرے.

اگر مرد نے کہا بِعْ ھذا العبد اَوْ ھذا. وکیل کو اختیار ہے کہ
اُن دونوں میں سے جس کو چاہے بیچ دے.

مہر میں اَوْ کو داخل کرنا:
اگر اَوْ کو مہر میں داخل کیا اور کہا مرد نے عورت سے شادی کی اتنے پر
یا اتنے پر تو مہر مثلی لازم ہو گا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک.
کیونکہ لفظ اَوْ اُن دونوں میں سے کسی ایک کو شامل ہوتا ہے اور نکاح
کے باب میں مہر مثلی اصل موجب ہے پس ترجیح پا جائے گا جو
اس کے مثل ہے

اسی پر ہم نے کہا تشہد نماز میں رکن نہیں ہے. اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اذا قلت ھذا او فعلت ھذا فقد تمت صلوتک. اس کو کہہ لو یا یہ کر لو
تو تیری نماز مکمل ہو گئی تشہد اور قعدہ میں سے کسی ایک کے ساتھ نماز کے مکمل
ہونے کو معلق کرنا فرض نہیں ہے

قعدہ فرض ہے بالاتفاق۔ اور نماز میں تشہد پڑھنا فرض نہیں ہے

(1) پھر یہ کلمہ أَوْ نفی کی جگہ میں مذکورین میں سے ہر ایک ہی نفی کو ثابت کرتا ہے
اسی کی مثال اگر کہا: لَا أُكَلِّمُ هٰذَا أَوْ هٰذَا جب ان دونوں میں سے
کسی ایک سے بات کریگا تو حانث ہو جائے گا

(2) پھر یہ کلمہ أَوْ اثبات کی جگہ میں دونوں میں سے ایک کو شامل ہوگا اختیار
کی صفت کے ساتھ۔ خُذْ هٰذَا أَوْ ذٰلِكَ اختیار کی صورت سے ہے
کہ مباح کا عام ہو۔ ساکہ اللہ پاک نے فرمایا۔
فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ
أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ
قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے وہ درمیانی درجے کا کھانا جس
کو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے پہنانا یا غلام آزاد کرنا ہے
اگر ان تینوں میں سے کسی ایک کو بھی ادا کر دیا تو کفارہ ادا ہو جائے گا۔

أَوْ کا مجازی معنی بیان کریں؟

اور کبھی کبھی أَوْ حتّٰی کے معنی میں ہوتا ہے اللہ پاک کا فرمان لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ
شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ۔ اس کا معنی ہے حتی یتوب علیھم۔

ہمارے اصحاب نے فرمایا اگر حالف نے کہا لَا أَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ أَوْ أَدْخُلَ هٰذِهِ الدَّارَ
یہاں أَوْ حتی کے معنی میں ہے حتی اگر حالف پہلے گھر میں داخل ہوا
تو حانث ہو جائے گا اور اگر پہلے دوسرے گھر میں داخل ہوا اپنی
قسم سے بری ہو جائے گا

اسی کی مثل اگر کہا لَا أُفَارِقُكَ أَوْ تَقْضِيَ دَيْنِي تو یہ حتی تقضي ديني
کے معنی میں ہو گا۔

فصل في "حتّٰی"

حتّٰی الی کی طرح غایت کے لیے آتا ہے
حتی کے غایت بننے کی دو شرطیں ہیں
(1) حتی سے پہلے فعل ممتد ہو (ممتد - جس فعل کو لمبا کیا جا سکتا ہو)
(2) حتی کے بعد ایسا فعل ہو جو حتی کے بعد ماقبل فعل کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔
جب یہ دونوں شرطیں پائی جائیگی تو حتّٰی غایت کے لیے ہوگا یعنی اپنے حقیقی معنی میں عمل کریگا

★ حتی کے استعمال کے تین طریقے ہیں (1) غایت (2) جزاء (3) عطف محض

غایت کی مثال: امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا۔

عبدي حرٌّ إنْ لَمْ أضربكَ حتّٰى يشفعَ فلانٌ أوْ حتى تصيح أوْ حتّٰى تشتكي بين يدي أوْ حتى يدخل الليل

کلمہ حتّٰی اپنے حقیقی معنی کے ساتھ عمل کرنے والا ہوگا کیونکہ تکرار کے ساتھ مارنا لمبا ہونے کا احتمال رکھتا ہے فلاں کی سفارش اور اس کی مثال ضرب کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں یعنی فلاں سفارش کریگا تو ضرب کا فعل ختم ہو جائے گا۔
اگر غایت سے پہلے مارنے سے رک گیا تو حانث ہو جائے گا اس کو یوں سمجھے کہ فلاں سفارش کریگا تو میں مارنا چھوڑ دوں گا فلاں نہیں آیا اور اس کے آنے سے پہلے اس کو مارنا چھوڑ دیا تو حانث ہو جائے گا۔

اگر قسم کھائی کہ اپنے قرض خواہ سے جدا نہیں ہوگا حتی وہ اس کا دین ادا کر دے پس دین کی ادائیگی سے پہلے حالف اس سے جدا ہوا حانث ہو جائے گا۔

CamScanner

جب حقیقی معنی پر کسی رکاوٹ کی وجہ سے عمل کرنا متعذر ہو
جیسا کہ عرف اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ اس کو مارے گا حتی کہ موت
یہاں تک کہ وہ مر جائے یا یہاں تک کہ وہ اس کو قتل کرے ضرب شدید
پر محمول کیا جائے گا عرف کے اعتبار سے

جب حتی کا ماقبل فعل ممتد نہ ہو اور مابعد غایت بننے کی صلاحیت
نہ رکھتا ہو لیکن حتی کا ماقبل اور مابعد جزاء بننے کی صلاحیت رکھتا
ہو تو حتی کو جزاء پر محمول کیا جائے گا تو حتی لام کی کے معنی میں ہوگا۔

اس کی مثال جو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا: عبدی حر ان لم آتک حتی تغدینی
پس مولی آیا اور اسے ناشتہ نہیں کرایا حانث نہیں ہوگا کیونکہ ناشتہ کروانا
آنے والے فعل کی غایت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا بلکہ وہ دعوت
ہے آنے والے کی زیادتی کی طرف دوسرا فعل جزء بننے کی صلاحیت
رکھتا ہے تو جزاء پر محمول کیا جائے گا۔

جب حتی سے پہلے والا فعل اور بعد والا فعل کی نسبت ایک ہی ذات
دونوں کی ہو تو وہاں وہ سبب اور جزاء نہیں بنتے بلکہ عطف محض بنتے ہیں

اسی کی مثال جو امام امام رحمہ اللہ نے فرمایا۔
قسم کھانے والے مولی نے کہا

عبدی حر ان لم آتک حتی أتغدی عندک الیوم

حالف آیا اس کے پاس اور اس نے اس کو ناشتہ نہیں کروایا آج کے دن
حانث ہو جائے گا
یہ اس لیے کہ جب دو فعلوں میں سے ہر ایک ہی اضافت ایک
ذات کی طرف کی جائے تو وہ صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس کا فعل اس کے فعل کے لیے جزاء

فصل فی "الیٰ"

الیٰ انتہاء غایت کے لیے آتا ہے۔

(1) الیٰ بعض صورتوں میں امتداد حکم کا فائدہ دیتا ہے (امتداد حکم سے مراد ماقبل فعل کو کھینچ کر لے آتا ہے) ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ

(2) الیٰ بعض صورتوں میں اسقاط حکم کا فائدہ دیتا ہے (اسقاط حکم سے مراد ماقبل فعل کو روک دینا آگے نہیں جاتا ہے)

الیٰ کے ماقبل کو مغیا اور مابعد کو غایت کہتے ہیں۔

(1) جب غایت مغیا کی جنس سے ہو تو غایت مغیا میں داخل ہوگی۔

(1) پہلی صورت میں غایت مغیا میں داخل نہیں ہوگی۔

(2) دوسری صورت میں غایت مغیا میں داخل ہوگی لیکن غایت کا مابعد اس مغیا سے خارج ہوگا۔

(1) پہلی امتداد حکم کی مثال اشتریت هذا المكان الى هذا الحائط۔
میں نے اس جگہ کو اس دیوار تک خریدا۔
بیع میں دیوار داخل نہیں ہوگی

(2) دوسری اسقاط حکم کی مثال: باع بشرط الخيار الى ثلاثة أيام
کسی نے تین دن خیار کے ساتھ کوئی چیز بیچی۔
اسی کی مثال اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں سے ایک مہینے تک بات نہیں کروں گا اور الیٰ نے یہاں اسقاط کا فائدہ دیا ہے

اسی پر ہم نے کہا کہنی تحت اللہ پاک کا قول الی المرافق میں دھونے کے حکم کے تحت داخل ہیں اس لیے کہ کلمہ الی یہاں اسقاط کے لیے ہے اگر اسقاط کے لیے نہ ہوتا تو دھونا کا حکم پورے ہاتھ کو گھیر لیتا۔

اسی وجہ سے ہم نے کہا گھٹنا ستر میں سے ہے اس لئے کہ کلمہ الی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ مرد کا ستر ناف سے نیچے سے گھٹنے تک ہے اسقاط کا فائدہ دے رہا ہے اس لیے گھٹنا ستر میں داخل ہو گا۔

(۱) کبھی کبھی کلمہ الی حکم کو غایت تک مؤخر کرنے کا فائدہ دیتا ہے۔

اسی وجہ سے ہم نے کہا جب شوہر نے اپنی بیوی سے کہا أنتِ طالقٌ إلى شهرٍ اس کی کوئی نیت نہیں فوراً طلاق واقع نہیں ہوگی ہمارے نزدیک بر خلاف امام زفر کے اس لیے کہ شھر کو ذکر کرنا شرعاً امتداد حکم اور اسقاط کی صلاحیت نہیں رکھتا اور طلاق تعلیق کی وجہ سے مؤخر کا احتمال رکھتی ہے پس اسی پر محمول کیا جائے گا۔

فصل في 'على'

کلمہ علی کسی چیز کو کسی چیز پر لازم کرنے کے لیے آتا ہے، اور اس کی اصل فوقیت اور بلندری کے معنیٰ کا فائدہ دینے کے لیے ہیں۔

اگر کسی نے کہا لفلانٍ عليّ ألفٌ دین پر محمول کیا جائے گا بر خلاف اس کے اگر کہا عندي أو معي أو قِبَلي۔

امام محمد رحمہ اللہ نے السیر الکبیر میں فرمایا! جب قلعہ کے سردار نے کہا۔

آمنوني على عشرة من أهل الحصن۔

مجھے اہل قبیلے میں سے دس پر امان دو۔

پس ہم نے کہا تو دس افراد اس کے علاوہ ہونگے اور متعین کرنے کا اختیار اس سردار کو ہوگا

اگر کہا آمنوني وعشرة أو فعشرة أو ثم عشرة

مجھے امان دو اور دس یا پس دس یا پھر دس

ہم نے امان دی تو اہل قبیلے میں سے تعین کا اختیار امن دینے والے کو ہو گا۔

کبھی علی باء کے معنی میں ہوتا ہے دلالت معاوضہ کے قائم ہونے کی وجہ سے۔
اور کبھی علی شرط کے معنی میں ہوتا ہے اور یہ مجازی معنی ہیں۔

اللہ پاک نے فرمایا يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا۔
وہ آپ کی بیعت کریں اس شرط پر کہ وہ اللہ کے ساتھ
کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی۔

اسی وجہ سے امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا جب بیوی نے اپنے شوہر سے کہا۔

طَلِّقْنِي ثَلَاثًا عَلَى أَلْفٍ۔
مجھے تین طلاق دے ایک ہزار کے شرط پر۔

شوہر نے ایک طلاق دی تو مال واجب نہیں ہوگا کیونکہ کلمہ علی یہاں
شرط کے معنی کا فائدہ دے رہا ہے تین طلاق شرط بن جائے گی مال کے
لازم ہونے کے لیے۔

فصل في 'كلمة في'

کلمہ فی ظرف کے لیے آتا ہے اس اصل کے اعتبار سے ہمارے اصحاب نے فرمایا
جب کسی نے کہا۔
غَصَبْتُ ثَوْبًا فِي مِنْدِيلٍ أَوْ تَمْرًا فِي قَوْصَرَةٍ۔
میں نے کپڑے کو رومال میں یا کھجور کو ٹوکری میں غصب کیا

تو اس پر دونوں چیزیں لازم ہو جائیں گی۔

پھر یہ کلمہ زمان، مکان اور فعل میں استعمال ہوتا ہے۔
یہاں فعل سے مراد مصدر ہے کیونکہ حرف جر فی فعل پر داخل نہیں ہوسکتے

بہر حال جب کلمہ فی زمان میں استعمال کیا جائے جیسے
شوہر بیوی سے کہتا ہے:
أنتِ طالقٌ غداً
تو کل طلاق واقع ہے

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے فرمایا کہ أنتِ طالقٌ غداً میں
فی کو حذف کرنا یا فی کو ظاہر کرنا برابر ہے۔

حتیٰ اگر کسی نے کہا أنتِ طالقٌ فی غدٍ، اس کا یہی کہنا أنتِ طالقٌ غداً
کے درجے میں ہوگا اور دونوں صورتوں میں فجر کے طلوع ہوتے ہی
طلاق واقع ہو جائے گی۔ فی کو ظاہر کیا ہو یا فی کو ظاہر نہ کیا ہو

امام اعظم رحمۃ اللہ اس طرف گئے ہیں کہ جب کلمہ فی کو حذف کر دیا
جائے تو صبح ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی اور کلمہ فی کو ظاہر
کیا تو علیٰ سبیل ابہام دن کے کسی بھی جزء میں طلاق واقع ہونا مراد
ہوگا اور اگر جزء کی نیت نہ کی ہو تو اول جزء میں طلاق واقع ہو
جائے گی اس کا کوئی مقابل نہ ہونے کی وجہ سے اور اگر اس نے دن کے
آخری جزء کی نیت کی ہو تو اس کی نیت درست ہے۔

فی کو حذف اور ظاہر کرنے کی مثال، اگر مرد نے کہا:
إن صمتُ الشهرَ فأنتِ كذا
اس صورت میں طلاق پورے مہینے کے روزے رکھنے پر واقع ہوگی
اور اگر کہا: إن صمتُ فی الشهرِ فأنتِ كذا
اس صورت میں طلاق مہینے میں کم روزہ رکھنے پر ہوگی

بہر حال جب کلمہ فی مکان میں استعمال کیا جائے۔
أنتِ طالق في الدّار و في مكة

تو طلاق تمام جگہ میں واقع ہو جائے گی کیونکہ طلاق مکان کے ساتھ مقید نہیں ہوتی

معنی ظرفیۃ کے اعتبار سے ہم نے کہا: کسی شخص نے کسی فعل پر قسم کھائی اور اس فعل کی اضافت زمان یا مکان کی طرف کی اب یہ دیکھا جائے گا کہ وہ فعل لازم ہے یا متعدی۔

لازم اور متعدی سے مراد نحو والے نہیں بلکہ لازم سے مراد یہ ہے کہ فاعل کے فعل کا ظاہری اثر مفعول پر ہوتا ہے یا نہیں اگر فعل کا اثر ظاہری سامنے والے پر نہیں ہوتا تو فعل لازم ہے اور اگر ہوتا ہے تو فعل متعدی ہوگا۔

(1) اگر فعل لازم ہے تو حالف حانث ہونے کے لیے ضروری ہے کہ فاعل زمان یا مکان میں موجود ہو۔
(2) اگر فعل متعدی ہے تو اس وقت مفعول کا زمان یا مکان میں ہونا ضروری ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ نے جامع الکبیر میں فرمایا۔

إن شتمتك في المسجد فكذا
اگر میں نے تجھے مسجد میں گالی دی تو اس طرح

اس نے اس کو گالی دی اور شاتم مسجد میں تھا اور مشتوم مسجد سے باہر حانث ہو جائے گا۔

اگر شاتم مسجد سے باہر ہو اور مشتوم مسجد میں ہو تو حانث نہیں ہوگا۔

اگر کہا: اِن ضربتُكَ أو شججتُكَ في المسجد فكذا

مضروب اور مشجوج کا مسجد میں ہونا شرط ہوگا اور ضارب کا اور شاجّ کا مسجد میں ہونا ضروری نہیں

اگر کہا: اِن قتلتُكَ في يوم الخميس فكذا

حالف نے جمعرات کے دن سے پہلے اسے زخمی کیا اور جمعرات کے دن وہ مرگیا تو حانث ہو جائے گا اور جمعرات کے دن زخمی کیا اور وہ جمعہ کے دن مرگیا تو حانث نہیں ہوگا۔

اگر کلمہ فی کو فعل یعنی مصدر میں داخل کریں تو شرط کے معنی کا فائدہ دیگا

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا جب شوہر نے بیوی سے کہا

أنتِ طالق في دخولك الدار

کلمہ فی شرط کے معنی کا فائدہ دیگا گھر میں داخل ہونے سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اگر کہا أنتِ طالق في حيضتك

اگر عورت کے حیض کے دن چل رہے ہیں تو فوراً طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ طلاق حیض کے ساتھ معلق ہو جائے گی۔

اگر کہا: أنت طالق في صبحي ء يوم.
کل کے دن میں تو طلاق والی ہے!

سورج کے طلوع ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔

اگر کہا: في مضي يوم.

اگر یہ کلام رات کو کہا تو کل کے دن سورج کے غروب ہونے کے وقت طلاق واقع ہو جائے گی شرط کے پائے جانے کی وجہ سے۔

اور اگر یہ کلام دن میں کہا کل کے دن یہ طلوع جب آئے گا تو عورت طلاق والی ہو جائے گی۔

زیادات میں ہے اگر کسی نے کہا: أنت طالق في مشيئة الله تعالى أو في إرادة الله تعالى

یہ کلام شرط کے معنی میں ہے حتی طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ بندے کو نہیں معلوم کہ اللہ کی مشیت کیا ہے اللہ پاک کا ارادہ کیا ہے لہذا طلاق واقع نہیں ہوگی۔

فصل في حرف الباء

لغت میں حرف باء کو الصاق کے لیے وضع کیا گیا ہے اسی وجہ سے
ثمن میں داخل کرنا درست ہے۔

بیع میں اصل مبیع ہے اور ثمن بیع میں شرط ہے
اسی معنی کی وجہ سے مبیع کا ھلاک ہونا بیع کے ارتفاع کو ثابت
کرتا ہے نہ کہ ثمن کا ہلاک ہونا۔
ہم کہتے ہیں کہ اصل ملصق ہے تابع کے ساتھ نہ کہ تابع ملصق ہے
اصل کے ساتھ۔

(1) بیع میں باء جس پر داخل ہوگا وہ ثمن بنے گا اور باء سے ماقبل
مبیع ہوتا ہے۔

اگر کسی نے کہا بعت منك هذا العبد بکُرّ من الحنطة۔

اس مثال میں غلام مبیع ہوگا اور کُرّ ثمن ہوگا۔
قبضہ سے پہلے کُرّ کو بدلنا جائز ہے۔

اگر کسی نے کہا بعت منك کُرّاً من الحنطة اور کہا بھذا العبد
تو یہ غلام ثمن ہوگا اور کُرّ مبیع ہوگی
یہ بیع سلم ہوگی یہ درست نہیں ہوتی مگر تاخیر کے ساتھ۔

ہمارے علماء نے فرمایا جب مولی نے اپنے غلام سے کہا:

إن أخبرتني بقدوم فلان فأنت حرٌ۔

یہ حکم سچی خبر پر واقع ہوگا اسلئے کہ خبر ملی ہوئی ہے آنے کے ساتھ
پس اگر جھوٹی خبر دی تو غلام آزاد نہیں ہوگا

اگر کہا اِنْ أَخْبَرْتَنِي أَنَّ فلانًا قدم فأنتِ حُرَّۃٌ

یہ حکم مطلق خبر پر واقع ہو گا پس اگر اس نے جھوٹی خبر دی تو بھی آزاد ہو جائے گا کیونکہ یہاں باء نہیں ہے یہاں مطلق خبر مراد ہے.

اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا.

اِنْ خرجتِ من الدار اِلَّا بِإِذْنِي فَأَنْتِ كذا

محتاج ہوگی اجازت کی طرف ہر مرتبہ کیونکہ جو مستثنیٰ ہے وہ خروج ہے جو ملا ہوا ہے اجازت کے ساتھ ملا ہوا ہے
پس اگر وہ دوسری مرتبہ بغیر اجازت کے نکلی تو طلاق واقع ہوگی.

اگر کہا اِنْ خرجتِ من الدار اِلَّا أَنْ آذَنَ لَكِ.

یہ حکم ایک مرتبہ اجازت لینے پر واقع ہو گا حتی اگر دوسری مرتبہ بغیر اجازت نکلی تو طلاق واقع نہیں ہو گی.

امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب زیادات میں اس کا مسئلہ

اگر کہا. أنتِ طالقٌ بمشيئة اللّٰہ تعالیٰ أو بإرادة اللّٰہ تعالیٰ أو بحکمہ

ان تینوں صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہو گی.

فصل في وجوه البیان

بیان سات انواع پر ہے۔

(۱) بیان تقریر
(۲) بیان تفسیر
(۳) بیان تغییر
(۴) بیان ضرورت
(۵) بیان حال
(۶) بیان عطف
(۷) بیان تبدیل

(۱) بیان تقریر

کسی لفظ کا ایک معنی ہو اور دوسرے معنی کا احتمال رکھتا ہو متکلم اس کو بیان کر دے۔ پس ظاہر کا حکم پختہ ہو جائے گا متکلم کے بیان کی وجہ سے۔

مثال: لفلان علیّ قفیز حنطة یہ کلام یعنی فلاں کا مجھ پر گندم کا ایک قفیز ہے لیکن یہ قفیز کسی دوسرے شہر کے قفیز کا بھی احتمال رکھتا ہے لیکن متکلم خود بیان کر دے بقفیز البلد تو اسی شہر کے قفیز ہوں گے کیونکہ متکلم نے اپنے بیان سے واضح کر دیا۔

اسی طرح اگر کہا فلاں کے مجھ پر ایک ہزار ہیں لیکن یہ ہزار کسی اور شہر کا بھی احتمال رکھتا ہیں لیکن متکلم خود بیان کر دے نقد البلد تو اسی شہر کے مراد ہوں گے جو متکلم نے بیان کیا۔

متکلم کا یہ قول قفیز البلد اور نقد البلد بیان تقریر ہوگا۔

اسلئے کہ مطلق قفیز کو شہر کی فقیز پر پھیر دیا جائے گا اور مطلق نقد کو شہر کے نقد غالب پر پھیر دیا جائے گا۔ غیر کی مراد لینے کی احتمال کے ساتھ۔
جب متکلم نے بیان کیا پس اس کے بیان سے پختہ ہو گیا۔

اسی طرح اگر کہا لفلان عندي ألف فلاں کے میرے پاس ایک ہزار ہیں۔ تو متکلم نے اپنے بیان کو اور زیادہ واضح کیا اور کہا ودیعۃ بطور امانت بے شک کلمہ "عندی" امانت کا فائدہ دیتا ہے اپنے اطلاق کی وجہ سے غیر کی مراد کا احتمال رکھنے کے ساتھ۔

(2) بیان تفسیر

لفظ کے معنی ظاہر نہ ہو وہ اس کو اپنے بیان سے ظاہر کر دے اپنے ... اس کو واضح کر دے ... بیان تفسیر ...

بیان تفسیر کی مثال جب کسی نے کہا۔ "لفلان علیّ شيء" تو کپڑے کے ذریعے شی کی تفسیر کی۔

علیّ عشرۃ دراھم ونیف
فلاں کے مجھ پر دس درھم اور کچھ

تو کچھ کی تفسیر کی دی۔ یا کہا "علی دراھم" تو دراھم کی دس کے ذریعے سے تفسیر کی۔

حکم: بیان تقریر اور بیان تفسیر کا حکم موصولاً اور مفصولاً دونوں درست ہیں۔

بیانِ تغییر

بیانِ تغییر: متکلم اپنے بیان کے ساتھ کلام کے معنی کو بدل دے۔ یعنی متکلم الفاظ کے ظاہری معنی کو مراد لینے کے بجائے متکلم اس لفظ سے مجازی معنی مراد لیتا ہو۔

بیانِ تغییر کی تین صورتیں ہیں۔

(1) شرط (2) استثنیٰ (3) مطلق کو صفت کے ساتھ مقید کرنا۔

(=) تعلیق یعنی شرط کی صورت میں شافعی اور احناف کے نزدیک اختلاف ہے

(1) احناف کے نزدیک کسی حکم کو شرط کے ساتھ معلق کرنا وجودِ شرط کے وقت سبب بنتا ہے جب شرط پائی جائے گی تو حکم بھی پایا جائے گا۔

(2) شوافع کے نزدیک کسی حکم کو شرط کے ساتھ معلق کرنا فوراً حکم کا سبب بنتا ہے مگر شرط عدم وجود سے حکم نہیں پایا جاتا۔
اختلاف کا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہوگا۔
جب کسی مرد نے اجنبیۃ سے کہا "إن تزوجتك فأنت طالق"

أو غیر کے غلام کو کہا "إن ملكتك فأنت حرٌّ"

ان دونوں مثالوں میں معلق کرنا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک باطل ہوگا اس لیے کہ تعلیق کا حکم صدرِ کلام کا علت بن کر منعقد ہوتا ہے طلاق اور عتاق یہاں علت بن کر منعقد نہیں ہوئے محل کی طرف اضافت نہ ہونے کی وجہ سے۔ پس تعلیق کا حکم باطل ٹھہرا کیس تعلیق کرنا درست نہیں ہوگا۔

ہمارے نزدیک معلق کرنا درست ہے حتی اگر اجنبیہ سے شادی کی تو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ شوہر کا کلام محض علت بن کر منعقد ہوا شرط کے پائے جانے کے وقت اور ملکیت ثابت ہوگی شرط کے پائے جانے کے وقت پس معلق کرنا درست ہوتا ہے۔

عدم ملک کی صورت میں طلاق اور آزادی واقع ہونے کے لیے تعلیق کے درست ہونے کی شرط ہے کہ اس کی اضافت ملک یا سبب ملک کی طرف ہو حتی اگر مرد نے کسی اجنبیہ سے کہا۔

إن دخلت الدار فأنت طالق۔

شوہر نے اس اجنبیہ سے شادی کی اور شرط پائی گئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ تعلیق کے درست ہونے کے لیے شرط ہے کہ اس کی اضافت ملک یا سبب ملک کی طرف ہو اور اس مثال میں دونوں ہی نہیں لہذا طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اور پچھلی دو مثالوں میں معلق کرنا ملک یا سبب ملک کی طرف تھا جس کی وجہ سے طلاق واقع ہو رہی تھی

اسی طرح آزاد عورت سے نکاح کی استطاعت لونڈی سے نکاح کے جواز ہونے کو روکتا ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک۔ کیونکہ قرآن کریم نے باندی سے نکاح کرنے کو آزاد عورت سے نکاح کی استطاعت نہ ہونے پر معلق کیا ہے تو آزاد عورت کے پائے جانے کے وقت شرط معدوم ہے اور شرط کا نہ ہونا حکم سے مانع ہے تو لونڈی سے نکاح جائز نہیں ہوگا

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا

لا نفقة للمبتوتة إلا إذا كانت حاملاً

ملک: جب شوہر اس سے شادی کر لے گا تو ملک بن جائے گا بیوی کا۔) سبب ملک (غلام خریدے گا تو یہ سبب بنا ملکیت کا) جب دونوں کی طرف [illegible] ہوگی تو طلاق واقع

عدت والی کے لیے کوئی نفقہ نہیں مگر یہ کہ عدت والی عورت حاملہ ہو

کیونکہ کتاب نے نفقہ کو حمل کے ساتھ معلق کیا ہے اللہ پاک کا فرمان

وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ

شرط معدوم ہے حمل کے نہ ہونے کے وقت اور شرط کا نہ ہونا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حکم سے مانع ہے
ہمارے نزدیک شرط کا نہ ہونا حکم سے مانع نہیں ہوتا جائز ہے کہ حکم کسی دوسری دلیل سے ثابت ہو جائے۔ پس لونڈی سے نکاح کرنا جائز ہے اور غیر حاملہ کو نفقہ دینا واجب ہوگا

مطلق کو صفت کے ساتھ مقید کرنا

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا "لا یجوز نکاح الأمۃ الکتابیۃ" کتابیہ لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نص مومنہ لونڈی پر حکم کو مرتب کرتا ہے اللہ پاک کا فرمان

مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ۔

نکاح کے جواز کا حکم مومنہ لونڈی کے ساتھ مقید ہے پس وصف نہ ہونے کے ساتھ حکم ممتنع ہوگا پس کتابیہ لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا

3 **استثناء** بیان تغییر کی صورت میں سے استثناء۔ ہمارے

اصحاب استثناء کی طرف گئے ہیں استثناء کے بعد جو مقدار بچ

جاتی ہے اور باقی بچ جانے والی مقدار سے تکلم کا نام استثناء ہے گویا ہمارے نزدیک مستثنیٰ منہ کا تکلم نہیں کیا گیا۔

(۲) امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مستثنیٰ منہ پورے کلام کے وجوب کی علت و سبب بنتا ہے استثناء اسکو صدر کلام کو کلام کرنے سے روک دیتا ہے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا تبیعوا الطعام بالطعام الا سواء بسواء" کھانے کو کھانے کے بدلے نہ بیچو مگر برابر برابر

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مستثنیٰ منہ مطلقاً کھانے کو کھانے کے بدلے بیچنے کے حرام ہونے کی علت ہے اور اس استثنا کی وجہ سے برابر والی صورت نکل گئی تو باقی مستثنیٰ منہ کے حکم کے تحت باقی رہا اس کا نتیجہ ایک مٹھی کھانے کو دو مٹھی کھانے کے بدلے بیچنے کا حرام ہونا ہے۔

ہمارے نزدیک ایک مٹھی کی دو مٹھی سے بیع کرنا نص کے تحت داخل نہیں ہوگی۔ کیونکہ نہی سے مراد بیع کی ایسی صورت کے ساتھ مقید ہے جس میں بتدلہ برابری اور زیادتی کے اثبات پر قادر ہو تاکہ یہ عاجز کو نہی کرنا لازم نہ آئے جو برابری کی معیار کے تحت داخل نہیں ہوگی اور وہ حدیث کی بات سے خارج ہوگی۔

بیان تغییر کی صورتوں میں سے جب کسی نے کہا لفلان علیّ ألف ودیعة پس اس کا علیّ کہنا وجوب کا فائدہ دے رہا ہے اور اس کا قول ودیعة نے اس کو حفاظت کی طرف پھیر دیا

اس کا کہنا " أعطيتني " أو " أسلفتني ألفا فلم أقبضها " پس اس کا فلم أقبضها بیان تغییر ہوگا۔
جب اس نے کہا اعطیتنی یا اسلفتنی الفا تب درست تھا۔ ایک ہزار ثابت ہو رہے تھے لیکن جب اس نے یہ کہا لم اقبضها ہے تو یہ بیان تغییر ہوگا۔

اسی طرح اگر کہا " لفلان علیّ ألف زیوف "۔
جب اس نے کہا فلاں کے مجھ پر ہزار ہیں تو کھرے لازم ہو رہے تھے لیکن آگے اس نے کہا زیوف یعنی کھوٹے تو اب کھوٹے لازم ہو گئے اور لفظ زیوف بیان تغییر ہوگا۔

حکم
بیان تغییر کا حکم یہ ہے کہ موصولا درست ہے لیکن مفصولا درست نہیں۔

فصل في بيان ضرورة

بیان ضرورت کی مثال اللہ پاک کے فرمان میں وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ

اللہ پاک نے والدین کے درمیان شرکت کو لازم کیا پھر ماں کے حصے کو بیان کیا پس یہ بیان باپ کے حصے کے لیے ہوگا۔

اسی پر ہم نے کہا جب رب المال اور مضارب کے حصے سے مضارب کے حصے کو بیان کیا اور وہ دونوں رب المال کے حصے سے خاموش رہے شراکت درست ہوئی۔

اسی طرح اگر رب المال اور مضارب کے حصے سے رب المال کے حصے کو بیان کیا اور وہ دونوں مضارب کے حصے سے خاموش رہے یہ قیاس مزارعہ کے حکم پر ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی نے فلاں اور فلاں کو وصیت کی ایک ہزار پھر موصی نے ان دونوں میں سے ایک کے حصے کو بیان کیا یہ بیان دوسرے کے حصے کے لیے ہوگا۔

اگر کسی نے اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دی پھر ان دونوں میں سے ایک سے وطی کی یہ بیان دوسری میں طلاق کے لیے ہوگا۔ برخلاف وطی کے عتق مبہم میں۔ اسلئے کہ لونڈی میں وطی کا حلال ہونا دو طریقوں سے ثابت ہوتا ہے پس ملک کی جہت معین نہ ہوگی وطی کے حلال ہونے کے اعتبار سے۔

فصل في بيان الحال

بیان حال کی مثال جب صاحب شرع یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کا مشاہدہ فرمایا پس آپ نے اس نے منع کا پس آپ کا خاموش رہنا بیان کے درجے میں ہوگا گویا کہ وہ کام مشروع یعنی جائز ہے اور شفیع کا حق رکھنے والے کو بیع کا علم ہوا اور وہ خاموش رہا اس کا خاموش ہونا بیان کے درجے میں ہوگا گویا کہ وہ بیع سے راضی ہے۔

(1) باکرہ بالغہ جب اپنے مولی کا شادی کروانے کو جان لے اور وہ باکرہ بالغہ نکاح کے رد کرنے سے خاموش رہی تو اس کا خاموش رہنا رضامندی اور اجازت کے بیان کے درجے میں ہوگا

(2) مولی نے اپنے غلام کو بازار میں دیکھا اور غلام خرید و فروخت کر رہا تھا مولی کا خاموش رہنا اجازت کے درجے میں ہوگا اور وہ غلام مأذون فی التجارت ہوگا۔

مدعی دعوی کرنے والا اور مدعی علیہ جس پر دعوی کیا گیا ہے۔ اور مدعی کو دو گواہ پیش کرتے ہوتے ہیں اگر وہ پیش نہ کرے تو مدعی علیہ سے قسم اٹھائی جاتی ہے۔

(3) مدعی علیہ نے جب فیصلے کی مجلس میں انکار کر دے تو مدعی علیہ کا رکنا رضامندی کے درجے میں ہوگا حال کے لازم ہونے پر صاحبین فرماتے ہیں یہ اقرار کے طریقے پر ہوگا۔

امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں استحصال(1) کے طریقے پر ہوگا۔

حاجت کی جگہ میں خاموشی بیان کے درجے میں ہوگی اور اسی طریقے کی وجہ سے ہم نے کہا اجماع منعقد ہوتا ہے بعض کے بولنے سے بعض کے خاموش رہنے سے۔

(1) [illegible]

فصل في بيان العطف

(1) کسی مکیلی یا موزونی چیز کا جملہ مبہمہ پر عطف کرنا تو یہ عطف کرنا جملہ مبہمہ کے لیے بیان ہوگا۔

(1) بیان عطف سے مراد معطوف معطوف علیہ کا بیان بن جائے۔ یہ اسی وقت ہوگا جب معطوف مکیلی یا موزونی چیز ہو اس صورت میں معطوف معطوف علیہ کا بیان ہو جائے گا
پہلی مثال میں معطوف علیہ عدد مرکب ہے مرکب سے مراد تین سے زائد کا عدد ہے اور معطوف مفرد ہے مفرد سے مراد ایک یا دو ہوتا ہے
یہ اس صورت میں جب تمیز مبہم ہو

(2) دوسری صورت یہ ہے معطوف علیہ عدد مرکب ہو اور تمیز ذکر نہ ہو اور معطوف بھی عدد ہو تین یا تین سے زائد تو معطوف کا مکیلی یا موزونی چیز کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

(3) تیسری صورت یہ ہے کہ معطوف علیہ عدد مرکب مبہم ہو اور معطوف واحد ہو عدد کا ذکر نہ ہو اور وہ مکیلی یا موزونی چیز بھی نہ ہو تو اس صورت میں معطوف معطوف علیہ کے لیے بیان نہیں ہوگا۔

اس کی مثال جب کسی نے کہا

"لفلان علي مئة و درهم" أو "مئة و قفيز حنطة"

معطوف بیان کے درجے میں ہوگا کہ تمام اسی جنس سے ہے۔ اسی طرح اگر کہا

"مئة وثلاثة أثواب" أو "مئة وثلاثة دراهم" "أو مئة وثلاثة أعبد"

بے شک سو معطوف کی جنس سے ہی ہونگے یہ اسی قول کے درجے میں ہوگا۔

احد وعشرون درهما

(1) جس کی تمیز ذکر نہ کی گئی ہو

برخلاف اس قول کے مئة وثوب او مئة وشاة یہاں یہ بیان
ہو کے لیے نہیں ہوگا۔ اور یہ عطف واحد میں خاص ہے جو قضے میں
دین بنے کی صلاحیت نہیں رکھتا جیسے مکیلی اور موزونی
امام یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مئة وشاة میں بیان ہوگا
اسی اصل پر۔

فصل في بيان تبديل

بیان تبدیل وہ منسوخ کرنا ہے اور یہ نسخ کرنا اللہ پاک کی جانب سے
جائز ہے اور بندوں کا اس سے استثناء کرنا جائز نہیں ہے
اسی پر کل سے کل کا استثناء کرنا باطل ہے اسلئے کہ کل سے کل کا استثناء
کرنا حکم کو منسوخ کرنا ہے اور جائز نہیں ہے اقرار سے رجوع کرنا
طلاق سے رجوع کرنا اور آزادی سے رجوع کرنا کیونکہ وہ منسوخ کرنا اس
بندے کے لیے نہیں ہے۔

اگر کوئی کہے: "لفلان علي ألف قرض" أو "ثمن المبيع" "وهي زيوف"

صاحبین کے نزدیک یہ بیان تغییر ہوگا پس موصولاً درست ہے
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ بیان تبدیل ہوگا پس یہ درست نہیں ہوتا
اگرچہ موصولاً کہا ہو۔

اگر کہا لفلان علي ألف من ثمن جارية باعنيها ولم أقبضها

اور لونڈی کا کوئی نام ونشان نہیں پس اس کا یہ قول لم اقبضها بیان تبدیل ہے
امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک۔ اسلئے کہ ثمن کے لازم ہونے کا اقرار کر لینا
قبضے کی وجہ سے اقرار کرتا ہے مبیع کے ہلاک ہونے کے وقت کیونکہ قبضے سے پہلے
مبیع کا ہلاک ہونا بیع کو فسخ کرتا ہے پس ثمن باقی نہیں رہتا لازمی طور پر۔

البحث الثاني في سنة رسول اللہ صلی علیہ وسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث علم اور عمل کے لازم ہونے کے حق میں کتاب اللہ کے درجے میں ہوتی ہے۔ پس جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی پس متحقق اس نے اللہ نے اطاعت کی اور جو بحث خاص، عام، مشترک، مجمل کی کتاب میں گزری ہیں وہی بحث سنت کے حق میں بھی ہے مگر یہ کہ حدیث کے باب میں شبہ ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کے ثابت ہونے میں اور حدیث کے اتصال میں۔ اسی معنی کے پائے جانے کی وجہ سے خبر تین اقسام پر ہو گی۔

(1) خبر متواتر (2) خبر واحد (3) خبر مشہور

(1) جو بلا شبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہو وہ متواتر ہے
(2) جس حدیث میں شبہ کا بیان ہو وہ حدیث مشہور ہے
(3) جس حدیث میں احتمال اور شبہ دونوں ہو وہ حدیث واحد ہے۔

خبر متواتر جس کو ایک جماعت ایک جماعت سے روایت کرے جن کا جھوٹ پر متفق ہونا ان کی کثرت کی وجہ سے متصور نہ کیا جا سکتا ہو
مثال: قرآن کریم کو نقل کرنا، رکعات کی تعداد، زکوٰۃ کی مقدار۔

خبر مشہور صحابہ کے زمانے میں خبر واحد کی طرح ہو اور تابعین اور تبع تابعین کے دور میں وہ خبر مشہور ہو گئی ہو اور امت اس پر عمل کرے اور اس کو قبول کرے۔
مثال: وضو میں موزوں پر مسح کرنے کی حدیث اور زنا کے باب میں
رجم کی ...

(1) حدیث متواتر علم قطعی کو ثابت کرتی ہے اور حدیث متواتر کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

(2) حدیث مشہور علم ظنی کو ثابت کرتی ہے اور حدیث مشہور کا انکار کرنے والا بدعتی ہے

(II) حدیث متواتر اور مشہور پر عمل کے لازم ہونے کے حق میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں

مصنف کلام حدیث واحد کے بارے میں ہے۔

خبر واحد:
ایک شخص ایک شخص سے ایک جماعت ایک جماعت سے ایک شخص ایک جماعت سے روایت کریں اس میں عدد کا کوئی اعتبار نہ ہو شرط یہ ہے کہ مشہور کی حد کو نہ پہنچ جائے۔

احکام شرعیہ میں خبر واحد کے ذریعے عمل ثابت ہوتا ہے چند شرائط کے ساتھ۔ راوی کا مسلمان ہونا، راوی کا عادل ہونا، راوی کا ضابط ہونا یعنی قوی حافظہ ہونا اور راوی کا عاقل ہونا اور ہم تک یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انہی شرائط کے ساتھ پہنچی ہو۔

راوی کی دو قسمیں:

(پہلی قسم)

(1) جو علم و اجتہاد میں مشہور ہوں جیسے خلفائے اربع، عبداللہ بن مسعود عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم جب مذکورین کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک صحیح پہنچی تو ان روایت پر عمل کرنا اولی ہے قیاس پر عمل کرنے سے

(1) راوی محمد رحمہ اللہ اعرابی کی حدیث جن کی آنکھ میں خرابی تھی قہقہہ کے مسئلے میں اعرابی کی حدیث کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا اور اس حدیث کے راوی ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔

(2) محاذاۃ کے مسئلے میں عورت کی تاخیر والی حدیث قیاس کو ترک کر دیا اور حدیث پر عمل کیا۔

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وضو کو توڑنے میں قئی والی حدیث اس کے ذریعے قیاس کو ترک کر دیا اور حدیث پر عمل کیا گیا۔

(4) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سلام کے بعد سجدہ سہو والی حدیث اس کے ذریعے قیاس کو ترک کر دیا گیا اور حدیث پر عمل کیا گیا۔

(دوسری قسم)

وہ راوی جو حفظ و عدالت میں مشہور ہو نہ کہ اجتہاد اور فتوی میں جیسے ابو ھریرہ اور انس بن مالک جب ان دونوں کی مثل روایت تجھ تک صحیح پہنچی پس اگر خبر قیاس کے موافق ہو تو اس پر عمل کے لازم ہونے میں کوئی حرج نہیں یعنی عمل کیا جائے گا اور اگر حدیث قیاس کے مخالف ہو تو قیاس پر عمل کرنا اولی ہو گا۔

اسی کی مثال جو ابو ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے روایت کیا

الوضوء مما مسته النار۔ وضو اس چیز میں سے جس کو آگ چھو لے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ابو ھریرہ سے فرمایا، آپ کی کیا رائے ہے اگر آپ گرم پانی سے وضو کریں کیا آپ کا وضو ہو جائے گا۔

پس ابوھریرہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے محض ابوھریرہ کی حدیث کا رد ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قیاس کے ذریعے کیا کیونکہ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو ضرور آپ اسے روایت کرتے۔ اسی ہمارے اصحاب نے ابوھریرہ کی روایت کو ترک کر دیا مثلاً مصراۃ میں۔ قیاس کی وجہ سے۔

(1) خبر واحد میں عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ خبر واحد کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے مخالف نہ ہو اور نہ ہی ظاہر کے مخالف ہو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تكثر لكم الأحاديث لبعدي فإذا روي لكم عنّي حديث فاعرضوه علي كتاب الله فما وافق فاقبلوه وما خالف فردّوه.

میرے بعد تمہارے لیے حدیث کثرت ہو جائیگی جب کوئی روایت تمہیں میری طرف سے بیان کی جائے تو تم حدیث کو کتاب اللہ میں پیش کرنا اگر کتاب اللہ کے موافق آئے تو تم اس کو قبول کرنا اور کتاب اللہ کے مخالف آئے تو تم اس کو چھوڑ دینا۔

حضرت علي بن ابو طالب کے نزدیک راوی کی تین قسمیں ہیں

(1) مخلص مؤمن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہو اور آپ علیہ السلام کے کلام کے معنی کو بھی جانتا ہو۔

(2) ایسا دیہاتی جو اپنے قبیلے سے آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے درمیان میں آیا اور بعض کلام کو سنا جو سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی حقیقت کو نہیں جانتا تھا پھر اپنے قبیلے کی طرف لوٹا

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کے علاوہ کو روایت کیا پس اس نے معنی کو بدل دیا اور وہ گمان کر رہا تھا کہ اس نے معنی کو نہیں بدلا۔

(3) ایسا منافق جسکا نفاق معلوم نہ ہو پس اس نے روایت کی جسے اس نے نہیں سنا تھا اور جھوٹ باندھا پس لوگوں نے اس سے سنا اور لوگوں نے گمان کیا کہ مخلص مومن ہے پس لوگوں نے اس کو روایت کیا اور وہ لوگوں کے درمیان مشہور ہو گئی۔

(1) اسی معنی کی وجہ سے خبر واحد کو کتاب اللہ اور سنت مشہور پر پیش کرنا واجب ہے۔ کتاب اللہ پر خبر واحد کو پیش کرنے کی مثال حدیث میں ذکر کو چھونا اس سے جس کو روایت کیا

مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ

ہم نے حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کیا تو حدیث اللہ پاک کے اس فرمان کے مخالف نکلی۔ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا

بے شک اھل قباء والے پتھر سے استنجا کرتے تھے پھر پانی سے دھویا کرتے تھے اور اگر ذکر کو چھونا حدث ہوتا تو پانی کے ذریعے دھونا پاکی ہوتی نہ کہ تطھیر معلوم ہوا کہ یہ حدیث کتاب اللہ کے مخالف ہے لہذا حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ بَاطِلٌ بَاطِلٌ

یہ حدیث اللہ پاک کے فرمان کے مخالف نکلی ہے فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ بے شک کتاب عورت سے نکاح کے ثبوت کو ثابت کرتی ہے

خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی مثال فیصلے کی روایت ایک گواہ اور ایک قسم سے کیس یہ خبر واحد اس خبر مشہور کے مخالف نکلی

البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر

گواہ مدعی پر اور قسم اس پر جس نے انکار کیا
اسی معنی کے اعتبار سے ہم نے کہا خبر واحد جب ظاہر کے خلاف ہو تو خبر واحد پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

ظاہر کی مخالف صورتوں میں سے ہے کہ خبر کا مشہور نہ ہونا اس میں سے جو صحابہ اور تابعین کے زمانے میں سب کو معاملہ پیش آتا ہو سنت کی اتباع میں چھوڑنے کی وجہ سے تہمت نہیں لگائی جائے گی جب خبر مشہور نہ ہوئی شدۃ حاجۃ اور عموم البلوی کے باوجود اور خبر کا مشہور نہ ہونا خبر کے درست نہ ہونے کی علامت ہے۔

(۴) حکمیات میں ظاہر کے مخالف کی مثال جب ایک شخص نے خبر دی کہ اس کی بیوی اس پر حرام ہے رضاع طاری کی وجہ سے جائز ہے شوہر کا اس کی خبر پر اعتماد کرنا۔ وہ اس کی بہن سے شادی کرلیگا۔ اگر ایک شخص نے خبر دی کہ عقدِ نکاح باطل ہوا رضاع کے حکم کی وجہ سے تو اس کی خبر قبول نہیں کی جائے گی۔

(۵) اسی طرح اگر عورت کو خبر دی اس کے شوہر کے موت کی یا شوہر کا طلاق دینے کی خبر اور وہ شوہر غائب تھا جائز ہے عورت کا اس کی خبر پر اعتماد کرنا یہ عورت شوہر کے علاوہ سے شادی کریگی۔

(۶) اگر ایک انسان پر قبلہ مشتبہ ہوا پھر اس کو ایک شخص نے خبر دی تو اس پر عمل کرنا واجب ہے

(۷) اگر کسی شخص نے پانی پایا اور اس کا حال معلوم نہیں پھر ایک مرد نے اس کو پانی کے نجس ہونے کی خبر دی تو وہ اس پانی سے وضو نہیں کریگا بلکہ

خبر الواحد حجّة في اربعة مواضع

خبر واحد چار مقامات میں حجت بنتی ہے

(1) خالص اللہ پاک کا حق ہو کوئی سزا نہ ہو

(2) خالص بندے کا حق ہو اور الزام ہو۔

(3) خالص بندے کا حق ہو اور الزام نہ ہو۔

(4) خالص بندے کا حق ہو من وجہ الزام ہو من وجہ الزام نہ ہو۔

(1) پہلی قسم میں ایک عادل شخص کی خبر کو قبول کیا جائے گا۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ھلالِ رمضان میں ایک دیہاتی کی گواہی کو قبول کیا۔

(2) دوسری قسم میں دو عادل شخص کی خبر کو قبول کیا جائے گا۔ جیسا کہ جھگڑے کے وکیل دو بنتے ہیں

(3) تیسری قسم میں ایک شخص ہو جائیے مسلمان ہو، کافر ہو عادل ہو، غلام ہو، آزاد ہو۔ جیسا کہ لوگوں کے جو معاملات کہ ایک شخص نے خبر دی کہ فلاں نے آپ کو وکیل بنایا ہے

(4) ایک شخص ہے تو عادل ہونا ضروری ہے دو شخص ہو تو عادل ہونا ضروری نہیں امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی مثال معزول کرنا اور غلام کو تجارت کرنے سے روک دینا۔

البحث الثالث في الإجماع

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری وفات کے بعد اس امت کا فروع دین میں اجماع کر لینا ایسی حجت ہے۔ جو شرعاً عمل کو واجب کرتی ہے اس امت کی تعظیم کے لیے شرعی طور پر۔

الإجماع علی اربعۃ اقسام.

(1) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کسی نئے مسئلے پر صراحت اجماع کرنا

(2) صحابہ کرام کا اجماع بعض کی تصریح کے ساتھ اور باقی صحابہ کے تردید کے سکوت کے ساتھ۔

(3) صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا اپنے مسئلے پر اجماع ہو جس میں صحابہ کا کوئی قول نہ پایا جائے

(4) صحابہ کے اقوال کسی مسئلے پر مختلف ہو پھر صحابہ کے بعد والے حضرات کا صحابہ کے اقوال میں سے کسی ایک قول پر اتفاق ہو جائے۔

(1) پہلی قسم کا حکم: جس پر تمام صحابہ کا اجماع ہو وہ کتاب اللہ کی آیت کے درجے میں ہوگا۔

(2) دوسری قسم کا حکم: بعض صحابہ کا اجماع صریح طور پر اور بعض صحابہ کا تردید کے سکوت کے ساتھ حدیث متواتر کے درجے میں ہوگا

(3) تیسری قسم کا حکم: پھر تابعین کا اجماع کرنا حدیث مشہور کے درجے میں ہوگا۔

(4) چوتھی قسم کا حکم: سلف صالحین کے اقوال میں سے کسی ایک قول پر اجماع کرنا خبر واحد سے حدیث صحیح کے درجے میں ہوگا۔

اہل رائے اور مجتہد اس فقہ میں اجماع کرنا معتبر ہے اور عوام اور متکلم (جو عقائد کا علم رکھتے ہیں) محدث جس کی اصول فقہ میں بصیرت نہ ہو ان کا اجماع کرنا معتبر نہیں۔

پھر اجماع کی دو قسمیں ہیں۔

(1) مرکب
(2) غیر مرکب

مرکب

مجتہدین کی آراء کسی ایسے مسئلہ پر متفق ہو جس کی علت میں اختلاف ہو۔

اس کی مثال قئی کے وقت وضو کے ٹوٹنے پر اجماع ہے اور عورت کو چھونے سے وضو کے ٹوٹنے پر اجماع ہے

(1) ہماری شریف وضو قئی کی بنیاد پر ٹوٹ رہا ہے
(2) امام شافعی رحمہ اللہ کے شریف عورت کے چھونے کی بنیاد پر ٹوٹ رہا ہے۔

اب ان دونوں صورتوں میں علت میں اختلاف ہے حکم میں متفق ہیں۔

پھر اجماع کی اس نوع میں سے دو علتوں میں سے ایک میں فساد کے ظاہر ہونے کے بعد حجت بن کر باقی نہ رہی یہاں تک کہ اگر شرعی دلیل سے ثابت ہو کہ قئی ناقض وضو نہ ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ وضو ٹوٹنے کا قول نہ فرماتے اور اگر ثابت ہو کہ عورت کو چھونا ناقض وضو نہیں ہے تو امام شافعی رحمہ اللہ وضو ٹوٹنے کا قول نہ فرماتے علت کے فاسد ہو جانے کی وجہ سے جس پر حکم کی بنیاد رکھی گئی ہے

فساد کا دونوں طرفوں میں وہم ہوتا ہے ممکن ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ مس امرأة کے مسئلے میں درستگی پر ہو اور قیئ کے مسئلے پر خطاء پر ہو اور امام شافعی رحمہ اللہ قیئ کے مسئلے میں درستگی پر ہو اور مس امرأة کے مسئلے میں خطاء پر ہو یہ اجماع مرکب میں فساد کا وہم اجماع علی الباطل کے پائے جانے کی بناء کی طرف نہ لایا جائے گا۔ بر خلاف ما تقدم من الاجماع۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس اجماع کا اٹھ جانا جائز ہے فساد کے ظاہر ہونے کے لیے جس علت میں حکم کی بنیاد رکھی گئی تھی

اسی وجہ سے جب قاضی نے کسی معاملے میں فیصلہ کیا پھر گواہوں کا غلام ہونا ظاہر ہوا یا ان کا جھوٹا ہونا رجوع کی وجہ سے ظاہر ہوا تو قاضی کا فیصلہ باطل ہوا اگر چہ یہ مدعی کے حق میں ظاہر نہ ہوتا ہو

اسی معنی کا اعتبار کرنے کی وجہ سے آٹھ قسم سے مصارف زکوۃ ساقط ہوا علت کے ختم ہونے کی وجہ سے۔ اور قریبی رشتے دار کا حصہ بھی ساقط ہو جائے گا علت کے ختم ہونے کی وجہ سے

اسی پر جب ناپاک کپڑے کو سرکے کے ساتھ دھویا تو سرکے سے نجاست زائل ہوئی محل کی طہارت کی وجہ سے حکم لگایا جائے گا اس علت کے ختم ہو جانے کی وجہ سے

اسی وجہ سے حدث اور خبث کے درمیان فرق ثابت ہوا
بے شک سرکہ جگہ سے نجاست کو زائل کرتا ہے بہر حال سرکہ جگہ کی پاکی کا فائدہ نہیں دیتا اور بہر حال جگہ کو پاک کرنے کا فائدہ مطہر کرتا ہے یعنی پاک ہو اور پاک کرنے والا ہو اور وہ پانی ہے۔

فصل في عدم القائل بالفصل

پھر اس کے بعد اجماع مرکب کی ایک قسم عدم القائل بالفصل ہے۔
اور عدم القائل بالفصل کی دو قسمیں ہیں

(1) جب دو مسئلوں میں اختلاف کا منشأ ایک ہی ہو
(2) جب دو مسئلوں میں اختلاف کا منشأ مختلف ہو

پہلی حجت ہوگی اور دوسری حجت نہیں ہوگی۔

پہلی کی مثال اس میں جب علماء نے فقہی مسائل کو ایک ہی اصول پر تخریج کیا تو ایک ہی اصول پر علماء کی تخریج کرنے کی مثال جب ہم نے ثابت کیا کہ تصرفات شرعیہ سے نہی اس کے پختہ ہونے کا ثابت کرتی ہے

ہم نے کہا یوم نحر کو روزہ رکھنے کی منت ماننا صحیح ہے اور بیع فاسد ملکیت کا فائدہ دیتی ہے عدم القائل بالفصل کی وجہ سے۔

اگر ہم نے کہا شرط کے ساتھ کسی حکم کو معلق کرنا شرط کے پائے جانے کے وقت سبب بنتا ہے یہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور شرط کے ساتھ معلق کرنا فوراً سبب بنتا ہے۔

ہم نے کہا طلاق کو معلق اور آزادی کو معلق کرنا ملک اور سبب ملک کی وجہ سے صحیح ہے
اسی وجہ سے ہم نے ثابت کیا کہ حکم کو ایسے اسم پر مرتب کرنا جس صفت کے ساتھ موصوف ہو تو اس صفت کے ذریعے حکم کو معلق کرنا ثابت نہیں ہوتا۔

CamScanner

ہم نے کہا طول الحرۃ سے نکاح پر قادر ہونا لونڈی کے نکاح کے جواز کو نہیں روکتا۔ اسلئے کہ سلف صالحین کے نقل کرنے کی وجہ سے صحیح ہے

امام شافعی رحمہ اللہ نے طول الحرۃ والے مسئلے کو اسی اصول پر تفریع کیا ہے

اگر ہم نے مومنہ لونڈی کے نکاح کا جواز طول الحرۃ کے باوجود ثابت کیا تو کتابیہ لونڈی سے نکاح کرنا اسی اصول کی وجہ سے جائز ہوا۔ اور اسی پر اس کی مثال اس میں سے جو ہم نے گزشتہ سبق میں ذکر کیا۔

فصل في الواجب على المجتهد

مجتہد پر لازم ہے در پیش نئے حکم کو کتاب اللہ سے تلاش کرے
پھر رسول اللہ کی سنت سے تلاش کرے۔ صریح نص کے ساتھ
یا دلالت نص کے ساتھ
مجتہد پر یہ لازم نہیں کہ وہ اپنی کو ترجیح دے نص پر عمل کے
ممکن ہونے کے ساتھ

جس پر قبلہ مشتبہ ہوا پھر ایک شخص نے اس کو خبر دی پس اس کے
لیے تحری کرنا جائز نہیں

اگر کسی شخص نے پانی کو پایا پھر ایک عادل شخص نے اس کو پانی کے نجس ہونے
کی خبر دی اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ نجس پانی سے وضو کرے
بلکہ وہ تیمم کرے گا

رائے پر عمل کرنا نص پر عمل کرنے سے کم ہے۔
بے شک محل میں جو شبہ ہے ظن میں شبہ سے قوی ہے حتی پہلی صورت
میں بندے کے گمان کا اعتبار ساقط ہو جائے گا

اسی کی مثال جب باپ نے بیٹے کی لونڈی سے وطی کی تو باپ کے لیے کوئی
حد نہیں لگائی جائے گی اگرچہ باپ نے کہا ہو علمت أنها علىّ حرام
مجھے معلوم تھا کہ بیٹے کی لونڈی مجھ پر حرام ہے اور وطی کرنے والے
سے بیٹے کا نسب ثابت ہو گا اسلئے کہ ملک کا شبہ نص کے ذریعے
بیٹے کے مال میں باپ کے لیے ثابت ہوا ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

"أنت ومالك لأبيك" تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے پس
حلال اور حرام ہونے میں باپ کے گمان کا اعتبار ساقط ہوا اس میں

اگر بیٹے نے اپنے باپ کی لونڈی سے وطی کی حلال اور حرام ہونے میں بیٹے کے گمان کا اعتبار کیا جائے گا حتی اگر کہا "ظننت انها علیّ حرام" حد واجب ہو گی

اگر کہا "ظننت انها علیّ حلال" حد واجب نہیں ہوگی اسلئے باپ کے مال میں ملکیت کا شبہ نص کے ذریعے بیٹے کے لیے ثابت نہیں ہوا تو بیٹے کی رائے کا اعتبار کیا جائے گا اور بیٹے کا نسب ثابت نہیں ہوگا اگرچہ وہ دعویٰ کرے۔

پھر جب مجتہد کے پاس دو دلیل ٹکرا جائیں پس اگر دو آیتوں کے درمیان تعارض ہو تو حدیث کی طرف جایا جائے گا اور اگر دو حدیثوں کے درمیان تعارض ہو تو صحابہ کرام کے عمل و قول کی طرف اور قیاس صحیح کی طرف جایا جائے گا۔

پھر جب مجتہد کے پاس دو قیاس کے درمیان تعارض ہو تو مجتہد اُن دونوں میں سے کسی ایک پر عمل کرنے کے لیے تحرّی کرے گا اسلئے کہ قیاس کے علاوہ کوئی ایسی شرعی دلیل نہیں ہوتی جس کی طرف جایا جا سکے

اسی پر ہم نے کہا جب مسافر کے پاس دو برتن ہو ایک پاک دوسرا ناپاک تو وہ اُن دونوں کے درمیان تحرّی نہیں کریگا بلکہ وہ تیمم کریگا۔

اگر مسافر کے پاس دو کپڑے ہوں ایک پاک دوسرا ناپاک تو وہ اُن دونوں کے درمیان تحرّی کریگا اسلئے کہ پانی کے لیے جو بدل ہے وہ مٹی ہے اور کپڑے کے لیے کوئی ایسا بدل نہیں جس کی طرف پھیرا جا سکے۔

اس سے ثابت ہوا کہ رائے پر عمل کرنا محض اس کے علاوہ شرعی دلیل کے نہ ہونے کے وقت ہی ہوگا پھر جب تحرّی کی اور عمل کے ذریعے اپنی تحرّی کو پختہ کیا یہ تحرّی دوسری تحرّی کرنے کے ساتھ نہیں ٹوٹے گی۔

جب دو پیپروں کے درمیان تحری کی اُن دونوں میں سے کسی ایک کپڑے کے ساتھ ظہر نماز پڑھی پھر عصر کے وقت اس کی تحری دوسرے کپڑے پر واقع ہوئی اس کے جائز نہیں ہے کہ وہ عصر کی نماز دوسرے کپڑے کے ساتھ پڑھے۔ اسلئے کہ پہلی تحری عمل کے ذریعے پختہ ہوئی تو دوسری تحری پہلی تحری کو باطل نہیں کریگا۔

یہ مسئلہ اس کے برخلاف ہے جب کسی نے قبلے کے بارے میں تحری کی پھر اپنی رائے کو تبدیل کیا دوسری سمت پھر نماز میں اسی طرف متوجہ ہوا۔

اسلئے کہ قبلہ اس میں سے ہے جو منتقل کا احتمال رکھتی ہے (ممکن ہے) پس حکم کا منتقل ہونا نص کو منسوخ کرنے کے درجے میں ہوگا۔

البحث الرابع في القياس

قیاس شرعی حجتوں میں سے ایک حجت ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے دلیل کے نہ ہونے کے وقت جو اس سے اوپر ہے دلیل سے۔

(1) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بم تقضي يا معاذ' اے معاذ تم کس چیز سے فیصلہ کرو گے۔

تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا 'کتاب اللہ سے' پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس میں نہ پاؤ تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس میں بھی نہ پاؤ تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درستگی فرمائی
معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمام تعریف اللہ پاک کے لیے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد بننے کی توفیق دی جو اسے محبوب تھا جو اس کی رضا

(2) قبیلہ خثعمیہ کی ایک عورت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتی ہے عرض کرتی ہے بے شک میرے والد بہت بوڑھے ہیں میرے والد نے حج کو پایا دیا ہے اور وہ سواری پر قادر نہیں ہے کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آپ کی کیا رائے ہے اگر آپ کے والد کے اوپر قرض ہو اور وہ قرض آپ اپنی طرف سے ادا کر دو کیا قرض ادا ہو گا یا نہیں۔

عورت نے کہا کیوں نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس اللہ کا دین زیادہ حقدار اور بہتر ہے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ فانی کے حق میں حج کو حقوق مالیہ کے ساتھ ملایا اور جواز میں علت موثرہ کی طرف اشارہ کیا اور وہ ادا ہے اور یہ قیاس ہے۔

(3) ایک مرد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا نبی اللہ آپ کی کیا رائے ہے وضو کرنے کے بعد مرد کا اپنے ذکر کو چھونے کے بارے میں۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے ذکر مگر بدن سے ایک حصہ اور یہ قیاس ہے۔

(4) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے سوال کیا گیا کہ شوہر نے عورت سے نکاح کیا اور اس کے لیے مہر کو بیان نہیں کیا پھر دخول سے پہلے شوہر مر گیا پھر آپ نے فرمایا ایک جیسے عدالت دو۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اس مسئلے میں اپنی رائے سے اجتہاد کیا ہے اگر میں درست ہوں تو یہ اللہ پاک کی طرف سے ہے اور اگر میں غلطی پر ہوں تو یہ عبداللہ بن مسعود کی ماں کے بیٹے کی طرف سے ہے۔ پھر فرمایا اس عورت کے لیے مہر مثلی ہے نہ اس میں کمی نہ اس میں زیادتی۔

فصل في شروط صحّة القياس

قیاس کے صحیح ہونے کی پانچ شرائط ہیں۔

(1) قیاس نص کے مقابلے میں نہ آتا ہو۔

(2) قیاس نص کے احکام سے حکم کو بدلنے والا نہ ہو۔

(3) وہ حکم جو اصل سے فرع کی جانب متعدی ہو تو متعدی ایسا حکم نہ ہو جس کا معنی عقل کے خلاف نہ ہو

(4) تعلیق حکم شرعی کے لیے واقع ہو نہ کہ حکم لغوی کے لیے

(5)

(1) پہلی قسم کی مثال:

حسن بن زیاد رضی اللہ تعالی عنہ سے حکایت کی گئی کہ نماز میں قہقہہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے پھر سائل نے کہا اگر کوئی شخص نماز میں پاک دامن عورت پر تہمت لگائے تو اس کے ذریعے وضو نہیں ٹوٹتا باوجود اس کے پاک دامن عورت پر تہمت لگانا بڑا گناہ ہے تو وضو قہقہہ سے کیسے ٹوٹ رہا ہے۔ اور وہ تو کم ہے یہ قیاس نص کے مقابلے میں آرہا ہے اور وہ اعرابی کی حدیث جس کے آنکھ میں خرابی تھی۔

اسی طرح ہم نے کہا: عورت کا محرم کے ساتھ حج کرنا جائز ہے تو امینات کے ساتھ حج کرنا بھی جائز ہوگا یہ قیاس ہے نص کے مقابلے میں آرہا ہے اور وہ نص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ اللہ پر ایمان لائے آخرت کے دن پر کہ وہ تین دن اور تین رات سے زیادہ کا سفر کرے مگر اس کے ساتھ اس کا باپ ہو اس کا شوہر ہو یا اس کا قریبی رشتے دار ہو۔

(2) **دوسری قسم کی مثال:** قیاس نص کے احکام سے حکم کو بدلنے والا نہیں ہو۔ جب کیا جائے
کہ نیت وضو میں شرط ہے تیمم پر قیاس کرنے کے ذریعے
یہ ایسا قیاس ہے کہ آیت وضو کو مطلق کو مقید کی طرف تبدیل کرنے کو ثابت کرتا ہے

اسی طرح جس نے کیا "الطواف بالبیت صلاۃ" حدیث کے ذریعے طواف
کے لیے طہارت اور ستر عورت شرط ہو گا جیسا نماز میں ہوتا ہے یہ قیاس ہے
نصِ طواف کے تبدیل کرنے کو ثابت کرتا ہے مطلق سے مقید کی طرف

(3) **تیسری قسم کی مثال:**
جس کا معنی خلاف عقل ہو کھجور کے شیرے سے وضو
کے جواز کے حق میں مشائخ میں سے ایک نے کیا کھجور کے علاوہ دیگر
انبذہ سے جائز ہے کھجور کے شیرے پر قیاس کرنے کی وجہ سے

(1) اگر مرد نماز میں زخمی ہوا یا احتلام ہوا اپنی نماز پر بناء کریگا
اسی پر قیاس کیا ہے جس شخص کو نماز میں حدث لاحق ہو جائے
تو یہ قیاس درست نہیں ہے، اسلئے کہ حدیث میں حکم ہے جو عقل
کے خلاف ہے تو حکم کو فرع کی طرف متعدی کرنا محال ہے۔

(2) دو مٹکے پانی کے نجس جب ان دونوں کو جمع کریں تو دونوں پاک ہو جائیگے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جب پانی دو مٹکوں کو پہنچ جائے
خبیث کا احتمال نہیں ہوتا جب ان دونوں کو الگ الگ کریں
تو طہارت پر باقی رہے گے قیاس کے ذریعے اس پر جب نجاست
دو مٹکوں میں گر جائے اسلئے کہ نجس کے نہ ہونے کا حکم اگر اصل میں
ثابت ہوا تو یہ خلاف عقل ہے۔

چوتھی قسم کی مثال

تعلیق حکم شرعی کے لیے واقع ہو نہ کہ حکم لغوی کے لیے۔
شوافع کے قول میں مطبوخ منصف خمر ہے اسلئے کہ خمر کو خمر
اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ عقل کو ڈھانپ دیتی ہے اور عقل چیاں بھی
ڈھانپی گی تو انگور کے علاوہ کا شیرہ بھی ہو گا خمر پر قیاس کرنے کے ذریعے

سارق کو سارق اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہ غیر کے مال کو خفیہ طریقے سے لیتا ہے
اور تحقیق اس معنی میں نباش سارق کو شریک ہے تو نباش سارق
ہو گا سارق پر قیاس کرنے میں
امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ قیاس معنی لغوی کے اعتبار سے ہے اور
اسم لغت میں اس کے لیے وضع نہیں کیا گیا ہے یعنی مطبوخ منصف
کے لیے خمر کو اور نباش کے لیے سارق کو وضع نہیں کیا گیا ہے۔

اور قیاس کی اس نوع کے فساد پر دلیل یہ ہے کہ اہل عرب گھوڑے کا نام
ادھم رکھتے ہیں اس کے کالے ہونے کی وجہ سے اور کمیت رکھتے
ہیں اس کے سرخ ہونے کی وجہ سے پھر اس اسم کا اطلاق حبشی پر نہیں کرتے
تو حبشی کو ادھم نہیں کہتے حالانکہ اس میں بھی کالا رنگ پایا جاتا ہے اور
سرخ کپڑے کو کمیت نہیں کہتے حالانکہ اس میں بھی سرخ رنگ پایا جاتا ہے۔

اگر اسماء لغویہ میں قیاس جاری ہوتا تو یہاں بھی جائز ہوتا علت
کے پائے جانے کی وجہ سے۔ اگر ہم لغوی اعتبار سے قیاس درست
مان لیں تو اسباب شرعیہ کو باطل کرنا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔